بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آئینہ انجمن

شعبان المعظم، 1445ھ، مارچ 2024ء

شمارہ نمبر: 61

021 - 34993436 - 7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B - 375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

اس شمارے میں

نمبر شمار	عنوان	صاحب تحریر	صفحہ نمبر
01	فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ	----	02
02	اداریہ۔۔۔خوش آمدید رمضان	ڈاکٹر محمد الیاس	03
03	حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ	اشرف/ریاض الدین	05
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	06
05	اقتباس نگران انجمن خدام القرآن	شجاع الدین شیخ	07
06	روزہ اور قرب الٰہی	راحیل گوہر صدیقی	08
07	سقوط خلافت عثمانیہ	مولانا خورشید گنگوہی	12
08	ذلت و رسوائی۔۔سبب، ترک قرآن	حافظ محمد اسد	14
09	استقبال رمضان	مفتی مسعود الرحمن	17
10	رسول اللہ ﷺ کا انداز تنبیہ (آخری۔۔۔قسط)	مولانا محمد آصف	20
11	معرکۂ روح و بدن (آخری۔۔۔قسط)	ریان بن نعمان	24
12	دل کی اہمیت	سعد عبداللہ	27
13	انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	30

فرمان الٰہی جل جلالہ
و
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (البقرة: 256)

ترجمہ: "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔"

تشریح: جب اسلام آیا تو اس کا پہلا اعلان ہی یہ زریں اصول تھا کہ اسلام کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے گا۔ گمراہی سے ہدایت بالکل الگ ہو گئی ہے۔ اب یہ لوگوں کا اپنا کام ہے کہ وہ برضا ہدایت قبول کریں۔

اس اصول کو وضع کر کے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت و کرامت سے نوازا ہے۔ اس کے ارادے، اس کی فکر اور اس کے شعور کا احترام کیا گیا اور نظریاتی ہدایت و گمراہی کے اختیار کرنے میں اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اسے کہہ دیا گیا کہ وہ ایک ذمہ دار ذات ہے۔ اس سے اس کے افعال و اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ یہ آزادی انسانی آزادیوں میں سے اہم ترین آزادی ہے جو اسلام نے انسان کو عطا کی۔ یہ وہ آزادی ہے جس سے انسان اس بیسویں صدی میں بھی محروم ہے۔ متعصب نظریات اور ظالمانہ نظام ہائے زندگی آج بھی انسان کو یہ آزادی نہیں دیتے۔ ذات انسانی جسے اللہ نے مکرم بنایا ہے آج اسے اپنے عقائد کے معاملے میں مجبور و مقہور بنا دیا گیا ہے۔ اسے مجبور کیا جا رہا ہے کہ یا تو وہ ان نظریات کو اپنائے جسے حکومت وقت اپنے تمام وسائل اور میڈیا کے ذریعہ پھیلاتی ہے اور جو ایسے نظریات ہیں جو انکار خدا کے تصورات پر مبنی ہیں اور یا وہ موت کے لیے تیار رہو جائے۔ (تفسیر فی ظلال القرآن۔۔۔ سید قطب شہید)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لیے اور اس کی خاص برکتیں حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی خود غرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے اتنی خیر خواہی ہو، کہ جو نعمت اور جو بھلائی اور بہتری وہ اپنے لیے چاہے، وہی دوسرے بھائیوں کے لیے بھی چاہے اور جو بات اور جو حال وہ اپنے لیے پسند نہ کرے، اس کو کسی دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ (معارف الحدیث۔۔ مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

خوش آمدید رمضان

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

لق و دق صحرا میں سفر کرنے والے مسافر کو اگر کوئی گھنے سایوں والا نخلستان میسر آجائے جہاں میٹھے پانی کے چشمے ہوں، گھنے پھل دار درخت ہوں تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہتا، وہ نہا دھو کر اپنے گرد و غبار کو دور کرتا ہے، اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرتا ہے، خوب کھا پی کر اپنی توانائیاں بحال کرتا ہے، اور باقی راستے کے لیے وافر زادِ راہ ساتھ لے لیتا ہے۔ رمضان بھی ہماری زندگی کے سفر میں آنے والا ایسا ہی ایک نخلستان ہے جو زندگی کے سفر کے دوران گناہوں کے گرد و غبار کو دور کرنے اور اپنے گناہوں پر توبہ کرنے اور قرآن کے ذریعے تزکیہ نفس کر کے اپنی روحانی توانائیاں بحال کرنے اور باقی گیارہ ماہ کے لیے تقوی کا وافر زادِ راہ ساتھ لینے کا موقع دیتا ہے۔

رمضان کے معنی جھلسا دینے والا، جلا دینے والا ہے یعنی جیسے دھاتوں کو جلا کر کندن بنایا جاتا ہے ایسے ہی انسان کو کندن بنانے والا مہینہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔" (مسند احمد) عرب سخت گرم موسم میں اپنے گھوڑوں کو بھوکا پیاسا تند و تیز گرم ہوا میں گھنٹوں کھڑا رکھتے تاکہ گھوڑے بھوک، پیاس اور موسم کی سختی برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں اور اس عمل کو صوم کہتے تھے۔ اللہ تعالی نے اسی لفظ کا استعمال فرمایا اور حکم دیا کہ تم خود بھی اپنے آپ کو صوم کے عمل سے گزارو تاکہ تم اپنے مالک حقیقی کی فرمانبرداری کے عادی بنو اور اپنی سوچ، خیالات، آرزوں، خواہشات، تمناؤں اور اعمال کو قرآن حکیم کے نور سے پاکیزہ بناؤ۔

رمضان زول قرآن کا مہینہ ہے اور قرآن تذکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح کا ذریع ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے فرماتے ہیں کہ اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا۔ پتھر کو سونا بنا دینے والا نسخہ، یہ وہ نسخہ ہے مدت سے لوگ جس کے منتظر تھے۔ اس نسخۂ کیمیا نے عرب کے جاہل لوگوں کو کندن بنا دیا۔ وہ انتہائی مہذب، باوقار، اعلی کردار اور بہترین اخلاق کے حامل بن گئے۔ وہ آسمان کے تاروں کی مانند بن گئے، بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والے، لوگوں کے غم گسار، ہمدرد اور مہربان، مظلوموں کے ساتھی اور ظالموں کا ہاتھ پکڑنے والے اور دنیا سے ظلم کا خاتمہ کرنے والے۔

یہ نبی کریم ﷺ کا بنیادی طریقہ کار ہی تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ آپ ﷺ لوگوں پر قرآن کی تلاوت فرماتے اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ فرماتے، انھیں اللہ کے احکامات سکھاتے اور اللہ کے احکامات کی حکمتیں بتاتے۔

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ○ (الجمعة: 02)

ساتھیوں ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ہمیں قرآن حکیم جیسی عظیم دولت عطا فرمائی، محمد ﷺ جیسے رسول عطا فرمائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

جیسے معلمین عطافرمائے اور رمضان المبارک کا انتہائی مبارک مہینہ عطا فرمایا ہے۔ ساتھیو! غور سے سنیں، ہاتف غیبی پکار رہا ہے کہ اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے شر کے چاہنے والے باز آجا۔ ساتھیو! آئیں، اس ہاتف کی پکار پر لبیک کہیں، ساتھیو! آئیں، رمضان کو اللہ کی کتاب کے ساتھ گزاریں، ساتھیو! آئیں، اس رمضان کو اپنی زندگی کا بہترین رمضان بنائیں۔

مرحبا صد مرحبا پھر آمد رمضان ہے
کھل اٹھے مرجھائے دل تازہ ہوا ایمان ہے
ہم گناہ گاروں پر یہ کتنا بڑا انعام ہے
یا خدا! تو نے عطا پھر کر دیا رمضان ہے

حکمت و دانش

تمدن کی نمود

انسان مجموعہ ہے جسم و روح، قلب و جوارح کا، انسان حقیقی سعادت اور فلاح اس وقت تک نہیں حاصل کر سکتا اور انسانیت کو متوازن ترقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان کی تمام قوتیں متناسب طور پر اس کے مرتبہ کے شایانِ شان نشو ونما اور پرورش نہ پائیں۔ دنیا میں صالح تمدن کا اس وقت تک وجود نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایسا دینی، اخلاقی، عقلی، مادی ماحول نہ قائم ہو جائے جس میں انسان کے لیے بسہولت تمام اپنے کمالِ انسانی کو پہنچنا ممکن ہو اور تجربے نے ثابت کیا ہے کہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک زندگی کی رہنمائی اور تمدن کی جہاز رانی ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو جو روحانیت و مادیت دونوں کے قائل دین و اخلاقی زندگی کا نمونۂ کامل عقل سلیم اور علمِ صحیح سے متصف ہوں، اگر ان کے عقیدہ یا تربیت میں ذرا سا بھی رخنہ یا دھبہ ہوگا تو وہ ان کے قائم کردہ تمدن میں بہت پھیل جائے گا اور مختلف مظاہر اور صورتوں میں ظاہر ہوگا اور اگر کوئی ایسی جماعت غالب آگئی جو صرف مادیت کی پرستار مادی لذتوں اور محسوس منفعتوں کی قائل اور معتقد ہے وہ اس زندگی کے علاوہ کسی اور زندگی پر اعتقاد نہیں رکھتی اور حواس کے ماورا کسی اور حقیقت پر اس کا یقین نہیں تو اس کے مزاج اس کے اصول اور میلانات کا اثر تمدن کی شکل و ساخت پر پڑنا ناگزیر ہے۔ وہ تمدن اس کے سانچے میں ڈھل کر رہے گا اور اس کی چھاپ ہمیشہ باقی رہے گی۔

(اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر از مولانا ابو الحسن علی ندوی)

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اک تیرے سوا کون ہے اس دل کا سہارا ورنہ تو خسارہ ہی مقدر ہے ہمارا
ہر غم کی دوا تیرے سوا کون ہے مولا کردے تو میرے غم کی بلادور خدارا
مجھ کو میرے آبا کو مسلماں بنا کر میرا میرے آبا کا مقدر ہے سنوار
کردے عطا مجھ کو اپنے قرب کی خلوت دنیا تو سمندر ہے تو خاموش کنارہ
بخشش کا طلب گار ہوں اے مالک و مختار اک عرصہ حیات ہے غفلت میں گزارا
اک چاکِ گریباں نے لگایا ہے یہ نعرہ ہم تیرے ہیں تیرے تو ہمارا ہے ہمارا

اشرف ارکانی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مجھ میں اُن کی ثنا کا سلیقہ کہاں وہ شہ دو جہاں، وہ کہاں میں کہاں
اُن کے دامن سے وابستہ میری نجات اُن پہ قرباں میری حیات و ممات
میں گنہگار وہ شافع عاصیاں بے کسوں کی اماں، وہ کہاں میں کہاں
میں سراپا عدم، وہ سراپا وجود اُن پہ ہر دم سلام، اُن پہ ہر دم درود
نام اُن کا رہے کیوں نہ وردِ زباں ہے جو تسکین جاں، وہ کہاں میں کہاں
شک نہیں اے ریاض اس میں ہرگز ذرا میں سراپا خطا وہ سراپا عطا

علامہ ریاض الدین سہروردی

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّسِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مساوات کا تصور

مساوات کا ایک تصور امریکا میں بھی ہے کہ مرد اور عورت بالکل برابر ہیں۔ اسلام کا تصور مساوات یہ نہیں ہے۔ مرد اور عورت بحیثیت ایک انسان اور انسانی وقار (human dignity) کے حوالے سے دونوں برابر ہیں، لیکن جب مرد شوہر ہوگیا اور عورت بیوی تو اب وہ برابر نہیں ہیں۔ اس لیے کہ بیٹے نے تو شادی کرنے کے لیے مہر دینا ہے اور بیٹی کو شادی میں مہر لینا ہے۔ اسی طرح بیٹے نے کنبے کی کفالت کرنی ہے، جب کہ بیٹی تو اپنے شوہر کی ذمہ داری (liability) ہوگی۔ ساری معاشی ذمہ داری مرد پر ہے، عورت پر تو معاش کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لہٰذا امریکا میں مرد و عورت کے درمیان جو مساواتی تصور ہے، یہ مساوات نہیں ہے، بلکہ یہ تو ظلم ہے۔ اس کی سادی سی مثال یہ ہے کہ کوئی وزنی چیزیں آپ نے کہیں لے جانی ہیں اور آپ ایک بچے اور ایک جوان کے سر پر برابر وزن ڈال دیں گے تو یہ انصاف نہیں ہوگا، بلکہ یہاں برابری غلط ہوجائے گی۔ چنانچہ عجیب بات ہے کہ قرآن نے انصاف کا لفظ استعمال ہی نہیں کیا۔ انصاف عربی کا لفظ ہے، یعنی نصف نصف کردینا، آدھا آدھا کردینا۔ یہ لفظ نہ تو قرآن میں آیا ہے اور نہ احادیث میں آیا ہے، جسے ہم سب سے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں عدل اور قسط کے الفاظ آئے ہیں۔ ترازو کا ایک بازو اگر چھوٹا ہے اور دوسرا بڑا ہے تو چھوٹے والے میں دوسرے کی نسبتاً زیادہ وزن ڈالیں گے تو ترازو سیدھی رہے گی۔ اگر مرد کے برابر عورت پر وزن ڈال دیں گے تو اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج مظلوم ترین عورت آپ کو امریکا میں نظر آئے گی۔

(اسلامی معاشرت کے اصول اور مسلمانوں کے باہمی تعلق کی بنیادیں)

اقتباس نگرانِ انجمن خُدَّامُ القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

منافقانہ طرز عمل

آج جہاد وقتال میں کیا رکاوٹیں درپیش ہیں کہ لیبیا میں جب باطل قوتیں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے جمع ہوئیں تو مسلم حکمرانوں نے باطل قوتوں کا ساتھ دیا۔ عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے قتل میں بھی مسلم حکمرانوں نے باطل قوتوں کا ساتھ دیا۔ آج تمام باطل قوتیں غزہ کے محصور مسلمانوں کی نسل کشی میں اسرائیل کا ساتھ دے رہی ہیں۔ کتنے مسلمان حکمران ہیں جو فلسطینیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں؟

مذمتی بیانات تو عوام بھی دے رہے ہیں، اگر حکمراں بھی صرف مذمتی بیانات تک محدود ہیں تو عوام میں اور ان میں کیا فرق رہ گیا۔ حالانکہ آپ کے پاس طاقت ہے، اختیار ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ فوراً اسرائیل پر حملہ کر دیں۔ کم ازکم سفارتی سطح پر توکوئی بات کریں، تجارتی بائیکاٹ توکم ازکم آپ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عوام کے کرنے کا جو کام ہے وہ توکریں۔ لندن میں آٹھ لاکھ لوگوں نے مظاہرہ کیا جن میں زیادہ تر غیر مسلم تھے۔ انہوں نے پوری امتِ مسلمہ کے منہ پر تھپڑ مارا ہے کہ پونے دو ارب مسلمان دنیا میں ہیں اور اسرائیل کے خلاف آواز بلند کرنے کے لیے کتنے نکلے ہیں؟ مقامِ غور وفکر ہے!

(خطاب جمعہ، دسمبر 2023ء، مسجد جامع القرآن، لاہور)

روزہ اور قربِ الٰہی

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبۂ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

مفکرِ اسلام ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے ایک لیکچر میں مذہبی زندگی کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے : ایمان، افکار اور اکتشاف۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں کہ "ایمان مسجود اور ساجد کے درمیان رشتے کا تعین کرتا ہے، افکار کے سہارے انسان تصور کائنات اور تصورِ خالقِ کائنات کے مابین تعلق استوار کر کے اس میں اپنے مقام کی جستجو کرتا ہے، اکتشاف کے ذریعے سے حقیقت مطلق سے اپنا رشتہ و تعلق جوڑنے کی سعی و جہد میں سرگرداں رہتا ہے۔" علامہ کے بیان کیے ہوئے ان مراحل سے گزرنے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کا سب سے بہترین راستہ "ایمان" ہے۔ ایمان پورے شعور و ادراک کے ساتھ انسان کے قلب و ذہن میں راسخ ہو تو اس کے ہر عمل میں تقویٰ کی روح سرایت کر جاتی ہے۔ تقویٰ کا شعوری احساس ہی انسان کی راہ میں حائل ہونے والے زیغ و ضلال کی آلودگیوں سے اسے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

حیاتِ دنیوی کے تمام شعبہ ہائے عبادات و معاملات میں ہر لحظہ یہ تصور قلب و ذہن میں مستحضر رہے کہ وہ علیم و خبیر ذات مجھے دیکھ رہی ہے۔ اگر انسان زمین کی پہنائیوں میں چھپ کر بھی کوئی برا عمل کرے گا تو اللہ وہاں بھی دیکھ لے گا، کیونکہ وہ انتہائی قوت والا اور باریک بین ہے۔ وہ اس کائنات کے سب اسرار و رموز کو خوب جانتا ہے۔ یہ حقیقت جب انسان کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جائے تو اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور جو تقویٰ کی روش اختیار کرتا ہے، اس خوش نصیب کے لیے اُس کے رب کی طرف سے بے شمار انعامات کا وعدہ ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے اپنے بندوں پر جہاں بے حد و بے شمار احسانات فرمائے ہیں، وہیں ایک عظیم احسان یہ بھی فرمایا کہ اپنی مخلوق پر سال میں ایک ایسا مبارک اور بے انتہا برکتوں اور رحمتوں والا مہینا سایہ فگن فرما دیا جس کی ہر ساعت اور ہر لمحہ کو حصول تقویٰ کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔ اس ماہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ (البقرۃ: 183)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، شاید کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔"

قرآنِ مجید کا یہ اسلوب ہے کہ اکثر وہ حکم کی علت و حکمت بھی بیان کر دیتا ہے۔ جس طرح سورۃ طٰہٰ میں نماز قائم کرنے کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ اللہ کے ذکر کے لیے ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کی یہ حکمت مال کی صفائی اور طہارت ہے، اسی طرح روزہ کی حکمت یہ بیان ہوئی کہ انسان کے لیے تقویٰ کے حصول میں آسانی پیدا ہو جائے۔

تقویٰ کی روش اختیار کرنے میں منہیات کے اجتناب، نفسانی خواہشات کے منہ زور گھوڑے پر قابو پانا، اوامر کے التزام اور نواہی سے حتی الامکان بچنے کی سعی و جہد اور خیر مطلق کے حصول کا شعوری ادراک اور اس کا عملی مظاہرہ تقویٰ کا اہم تقاضا ہے اور اس کو اپنی زندگی کے ہر عمل

میں شامل کرلینے میں انسان کے لیے خیر کثیر موجود ہوتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (الطلاق: 03 - 02)

"اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کی کوئی راہ پیدا کردے گا، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔"

رمضان المبارک کے بارے میں رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ ، وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ. (شعب الایمان للبیہقی)

"یہ وہ مہینا ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے نجات ہے۔"

رسول کریم ﷺ ہمیں یہ مژدہ سنارہے ہیں کہ ماہِ صیام کے آغاز ہی سے انسانوں پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے اور جب اس ماہ مبارک کی مقدس و بابرکت اور انعامات سے لبریز ساعتیں سمٹ رہی ہوتی ہیں تو ایمان اور احتساب کے ساتھ گزارے ہوئے دن کے روزے اور قرآن کے سننے سنانے میں بسر کی ہوئی راتیں، انسان کے تمام گناہوں کی بساط بھی لپیٹ چکی ہوتی ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو اپنی ذات میں ایک ایسا عجیب احساس لیے ہوتا ہے کہ انسان خلوت میں بھی کسی قسم کی خیانت نہیں کرتا اور خورونوش کی تمام اشیاء اور تمام جائز مرغوباتِ نفس کے سہل الحصول ہونے کے باوجود ان کے استعمال سے اس طرح اجتناب برتتا ہے گویا اللہ سامنے ہی موجود ہے۔ اسی للہیت کے پیش نظر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "روزہ آدھی طریقت ہے۔" کیونکہ روزے میں ریا اور نمائش کو دخل نہیں ہے۔ اخلاص کے بغیر انسان وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتا جو اللہ کو مطلوب ہے۔ روزہ کا یہی مؤثر پہلو ہے جس نے اسے ایک ایسی عبادت بنا دیا ہے کہ جس کے بارے میں خود خالقِ جن و انس نے فرمایا ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ. (متفق علیہ)

"آدم کا ہر عمل اُسی کے لیے ہے سوائے روزے کے، کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔"

یہ واحد عبادت ہے کہ اس کی جزا کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے منسوب کیا ہے اور انسان کے لیے یہ انتہائی شرف و کرامت اور بڑے اعزاز و توقیر کا مقام ہے۔

اسی رمضان المبارک کے مہینے میں ایک عظیم الشان رات ایسی ہے کہ جس میں خالق کون و مکاں کی جانب سے قرآن کریم کا نزول ہوا جس نے اس ارضِ خاک کی قسمت میں چار چاند لگا دیے، یہ وہ رات ہے جو ایک ہزار مہینوں (تراسی سال) سے افضل اور فیوض و برکات سے مزین ہے، جس کو لیلۃ القدر اور لیلۃ المبارک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○ (القدر:5 - 1)

"ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ روح (جبریل امین) اور فرشتے اس رات اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (وہ رات) سراسر سلامتی ہے، طلوع فجر تک۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے بیش بہا انعام و اکرام کے ساتھ اپنے دامن میں قرآن حکیم جیسی انمول کتاب

بھی لائی جو نسلِ انسانی کے لیے کامل ہدایت نامہ ہے۔ دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح سے ہمکنار کر کے اور تمام خباثتوں اور آلودگیوں سے منزہ کر کے ایک دل آویز انسان بنانے کے لیے یہ نسخہ کیمیا ہے۔ اس حقیقت کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ (الدخان: 06 – 01)

"ح م۔ اس واضح کتاب کی قسم، کہ ہم نے اسے ایک خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ کیونکہ ہمیں بلاشبہ خبر دار کرنا مقصود تھا۔ اس رات ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارا ہی حکم ہے اور ہم ہی رسول بھیجنے والے ہیں۔ یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بلاشبہ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اس رات کی عظمت و بزرگی بیان کرتے ہوئے رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، إِيمَانًا، وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (متفق علیہ)

"جس کسی نے شبِ قدر میں ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کی نیت سے عبادت اور قیام لیل کیا تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے گئے۔"

بظاہر روزہ ایک ایسا عمل ہے جس میں آدمی کھانے پینے اور بعض فطری تقاضوں کو پورا کرنے سے پورا دن خود کو روکے رکھتا ہے، جن پر عام حالات اور مہینوں میں کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ لیکن غور طلب پہلو یہ ہے کہ آخر اس عمل میں ایسی کیا افادیت ہے جس کی وجہ سے نہ صرف امت مسلمہ پر بلکہ ہم سے پہلے گزرنے والی تمام امتوں پر بھی اس عبادت کو فرض کر دیا گیا تھا! سوچنے کا مقام یہ ہے کہ آخر ہمارے بھوکے پیاسے رہنے سے اللہ تعالیٰ کو کیا دلچسپی ہے؟ جائز اور فطری تقاضوں پر پابندی لگا کر وہ ہمیں کس مقصد کی بجا آوری کے لیے مستعد کرنا چاہتا ہے اور اس عمل میں ہمارے لیے کون سے فوائد پوشیدہ ہیں؟ اس کا واضح جواب وہی ہے جو سورۃ البقرہ کی آیت 183 میں بتایا گیا ہے، یعنی صرف اور صرف تقویٰ کی جڑیں انسان کے فکر و عمل میں مضبوط ہو جائیں--- یہ زندگی جانوروں کی مانند بے سمجھے بوجھے نہیں، بلکہ عقل و شعور کی نعمت سے بہرہ مند مخلوق کی حیثیت سے اور پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ بسر کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اہل تقویٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا میں اندھوں اور بہروں کی طرح زندگی نہیں گزارتے بلکہ ہر لحہ اپنے عقل و شعور کا استعمال کرتے ہیں، اس وسیع و عریض کائنات میں جا بجا بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں پر غور و تدبر کرتے رہتے ہیں اور یہ غور و فکر انہیں اس کائناتِ رنگ و بو میں اپنی حیثیت اور اپنے اصل مقام کا عرفان بھی عطا کرتا ہے۔ چنانچہ روزہ انسان کی سیرت و کردار میں تقویٰ کی آبیاری کا بہترین ذریعہ بنتا ہے، لیکن اس روزہ کو محض دکھاوے اور رسم و رواج کے طور پر نہ رکھا جائے۔

یہ بھی ایک مقامِ فکر ہے کہ روزوں کے لیے ماہِ رمضان ہی کا انتخاب کیوں کیا گیا، اس کی کیا حکمت و مصلحت ہے؟ تو اس گتھی کو بھی سورۃ البقرہ کی آیت 185 میں سلجھا دیا گیا کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ

"رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور یہ ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے، لہٰذا اب تم میں سے جو شخص بھی اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ اس (پورے مہینے) کے روزے رکھے۔"

اس آیت میں کھول کر بیان کر دیا گیا کہ روزوں کے لیے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ نزول قرآن کا عظیم الشان مہینا ہے۔ اس مقدس و مبارک مہینے میں روزوں کی فرضیت کا ایک اہم مقصد اور اس کی غرض و غایت امت مسلمہ کے اندر روحانی پاکیزگی، ترفع اور کردار و عمل کی فکری بلندی پیدا کرنا ہے۔ روزے جیسی عبادت سے گزر کر بھی اگر انسان کی روح شاد کام نہ ہوئی تو یہ روزہ نہ ہوا بلکہ اس کی کیفیت وہی ہوگی جس کا نقشہ رسول کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک میں کھینچا گیا ہے:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ. (مسند الدارمي - ت الزهراني، 897/2)

"کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کے پلے اس مشقت سے رت جگے کے سوا کچھ نہیں پڑتا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ. (صحيح البخارى، رقم الحديث: 1903)

"جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"

انسان جب مادیت کی سطح سے بلند ہو کر اپنی عبادتوں، ریاضتوں اور اپنے معاملات میں تقویٰ کی روش اختیار کرتا ہے تو اس کے وجود میں روحانیت بیدار ہونے لگتی ہے، دنیوی لذتیں اور طاؤس و رباب کی حلاوتیں نیم جان ہو جاتی ہیں اور اس کی بے چین و بے قرار روح کو آسودگی اور ایک احساسِ طمانیت حاصل ہوتا ہے۔۔۔ اور یہ وہ زادِ راہ ہے جو اس بھٹکے ہوئے انسان کو اپنے رب اور اپنے تخلیق کار کے بتدریج قریب کرتا جاتا ہے۔ تقویٰ وہ قصد السبیل ہے جو اسے تقرب الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔ روزہ میں تقویٰ کی روح اپنے پورے تقاضوں کے ساتھ کارفرما ہوتی ہے اور اس عبادت کو نیک نیتی، اخلاص اور خود احتسابی کے عمل کے ساتھ پورا کرنے پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کا حقیقی قرب حاصل ہو جاتا ہے اور یہی انسان کی قدر و منزلت کی معراج ہے۔

سقوطِ خلافت عثمانیہ

مولانا خورشید احمد گنگوہی

28 رجب 1342ھ کی رات وہ "شب سیاہ" تھی جس کے بعد مسلم امہ نے کوئی صبح نہ دیکھی۔ مصطفی کمال نے استنبول کے گورنر کو حکم دیا کہ "صبح طلوع ہونے سے پہلے خلیفہ عبد المجید ترکی چھوڑ چکے ہوں۔" اس حکم پر فوج اور پولیس کی مدد سے عمل درآمد کیا گیا اور خلیفہ کو مجبور کر دیا گیا کہ سوئٹزر لینڈ جلاوطن ہو جائیں۔ 28 رجب 1342ھ مطابق 03 مارچ 1924ء کو صبح یہ اعلان کیا گیا کہ "عظیم قومی اسمبلی نے خلافت کے خاتمہ اور مذہب کے دنیا سے علیحدگی کے قانون کی منظوری دے دی"، برطانوی سیکرٹری خارجہ لارڈ کرزن نے کہا "ترکی تباہ کر دیا گیا ہے اب وہ کبھی بھی اپنی عظمت رفتہ بحال نہیں کر سکتا کیونکہ ہم نے اس کی روحانی طاقت کو تباہ کر دیا ہے یعنی خلافت اور اسلام۔"

خلافت کے خاتمہ کے بعد امت کی حالت ایسی ہو گئی جیسے پرورش طلب بچہ اپنے والدین کے سائے سے محروم ہو جائے اور خود غرض دنیا میں اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے تنہا رہ جائے۔ خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی استعماری کفار بھوکے بھیڑیوں اور گدھوں کی طرح اس امت پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے اس امت کا خون چوسنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے سے بھی گریز نہ کیا۔ اسلامی شریعت کو معطل کر دیا، سرزمین خلافت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کیا اور ہر ریاست کو اپنا آئین، قانون، قومیت اور جھنڈا دے دیا گیا۔ اسلام کی عادلانہ معیشت کو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام سے بدل دیا گیا اور مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی اسلامی حکومت کے بجائے سیکولر کردار حکومتی ڈھانچے کے ذریعہ کی جانے لگی۔

اس حادثہ سے بڑھ کر سانحہ یہ ہوا کہ کبھی کوئی چیز اتنی جلدی فراموش نہیں کی گئی جتنی جلدی مسلمانوں نے اپنے اس مرکز کو دل و دماغ سے محو کر دیا جو ان کے اتحاد کی علامت تھا اور جس کے ذریعہ اپنے مسائل کے حل کے لیے وہ عملی اقدامات اٹھایا کرتے تھے۔ خلافت ان کی دینی و سیاسی ضرورت ہوا کرتی تھی وہ اس کے انعقاد کو اپنے ہاں واجب سمجھتے تھے۔ نماز ایسا واجب عمل ہے جو وضو پر موقوف ہے اس لیے وضو کو نماز کا مقدمہ کہا جاتا ہے۔ جس کے ذمہ نماز واجب ہوگی، نماز کا موقوف علیہ یعنی وضو بھی اسی کے ذمہ واجب ہوگا۔ نماز مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق واجب ہے تو اس کے اسباب کو شریعت کے مطابق مہیا کرنا بھی مسلمانوں ہی پر واجب ہوگا۔ اس لیے ادارۂ خلافت پوری شریعت اسلامیہ میں مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسلمان اپنے عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر ایک تسلسل کے ساتھ منصب خلافت پر سرفراز رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب 10ھ سے لیکر خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کی شہادت 656ھ تک عالم اسلام خلیفۃ المسلمین سے کبھی محروم نہیں رہا۔ خلیفہ مسترشد باللہ جسے سلطان مسعود سلجوقی نے 10 رمضان المبارک 539ھ میں گرفتار کیا تھا اور جس کا زمانہ اسیری تین ماہ اور سات روز سے زیادہ نہیں تھا، اس گرفتاری کے دوران عالم اسلام خلیفہ کے بغیر رہا لیکن اسلامی دنیا کے لیے یہ ایسا المناک واقعہ تھا کہ جس کے رونما ہونے سے بغداد زیر و زبر ہو گیا۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس اندوہناک منظر کو اس طرح پیش کیا کہ "بغداد کے باسیوں میں ظاہر و باطن کے لحاظ سے ایک زلزلہ آ گیا۔ عوام نے مساجد کے منبر توڑ دیے

اور نماز باجماعت میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ مسلمان عورتیں برہنہ سر باہر نکل آئیں اور خلیفہ کی قید پر رونے لگیں دوسرے علاقے بھی بغداد کے نقش قدم پر چل نکلے اس کے بعد یہ فتنہ اس قدر پھیلا کہ تمام علاقے اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ملک سنجر نے یہ حالت دیکھ کر اپنے بھتیجے کو معاملہ کی نزاکت سے خبردار کیا اور اسے حکم دیا کہ فوراً خلیفہ کو آزاد کر کے خلافت بحال کر دے۔ ملک مسعود نے اس حکم کی تعمیل کی۔"

مسلمان خلیفہ سے کتنی عقیدت و محبت رکھتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ خلیفہ مستعصم باللہ کی شہادت پر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلدوز مرثیہ کہا باوجود یکہ آپ مرکز خلافت سے بہت دور شیراز میں رہتے تھے۔ اس نوحے کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں :

ترجمہ : "اگر امیر المؤمنین مستعصم کے زوال پر آسمان، سے خون کی بارش ہو تو بجا ہوگا۔ اے محمدؐ اگر، قیامت زمین پر ہونی تھی تو آ کر دیکھیے کہ، مخلوق خدا پر قیامت گزر گئی ہے۔"

اسلام دشمن طاقتیں خلافت کو منہدم کرنا کیوں ضروری سمجھتی تھیں اس کا پتہ ایک واقعہ سے چلتا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ساتھ تحریک آزادی کے سلسلہ میں مالٹا جزیرے میں نظر بند تھے۔ وہاں ایک انگریز افسر تھا جس کا کسی جرم میں کورٹ مارشل ہوا تھا اور وہ بھی وہاں سزا کاٹ رہا تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے اس سے پوچھا کہ خلافت عثمانیہ، مسلمانوں کی ایک کمزور سی خلافت ہے۔ کیا وجہ ہے کہ برطانیہ، فرانس اور اٹلی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمان اس نام کی خلافت سے عقیدت رکھتے ہیں لیکن سارا یورپ اس کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے تمہیں خلافت ترکیہ سے خطرہ کیا ہے ؟

اس نے کہا مولانا آپ کا سوال اس قدر سادہ نہیں جس سادگی سے آپ پوچھ رہے ہیں یاد رکھیے! خلافت عثمانیہ ایک کمزور سی خلافت ہے مگر قسطنطنیہ میں بیٹھا ہوا "خلیفہ" آج بھی کسی غیر مسلم ملک کے خلاف اعلان جنگ کر دے تو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمان نوجوانوں کی بھرتی شروع ہو جائے گی۔ سارا یورپ ان دو لفظوں "خلافت اور جہاد" سے کانپتا ہے یورپ کے تمام ممالک متحد ہو کر ان دو لفظوں کی قوت کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے یہ کر دکھایا۔

خلیفہ عبد المجید ثانی کی معزولی اور سقوط خلافت کا اقدام امت مسلمہ کے لیے بیسویں صدی کا سب سے بڑا حادثہ تھا۔ مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہو گیا، مقاماتِ مقدسہ اغیار کے قبضہ میں چلے گئے، عالمِ عرب میں اسرائیل نے جنم لیا، پاکستان دولخت ہوا، افغانستان میں آتش فشاں پھٹا، بابری مسجد نے چیخ و پکار کی، وادیِ کشمیر مسلمانوں کا مقتل بن گئی، عراق کا عرق نکال دیا، لبنان خون میں نہا گیا، شام اور برما کے مظلوم مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، مسلمان یتیم اور لاوارث ہو گئے۔

ضروری ہے ہمارے خواص و عوام نظام حیات اور طرز حکومت لینے کے لیے اقوام مغرب کی طرف حریصانہ نظروں سے دیکھنے کے بجائے اپنا رشتہ تابناک ماضی سے جوڑ لیں اور شاہراہ خلافت پر گامزن ہو کر ایک حقیقت شناس مرد قلندر کے اس کہے کو سچا کر دکھائیں کہ

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

ذلت و رسوائی ۔ ۔ سبب، ترک قرآن

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

جب قومیں پستی میں گرتی ہیں تو ان کی کیفیت پہاڑ کی بلندی سے لڑھکنے والی اشیا سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ گرتی چلی جاتی ہیں، انہیں زمین و آسمان الٹ پلٹ ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ جو قابو میں نہیں رہتے الا یہ کہ کسی مضبوط سہارے (عُروۃ الوثقیٰ) کو ہی تھام کر خود کو بچائیں۔ مسلم قوم کی موجودہ کیفیت اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ پوری قوم پستی اور ذلت کے عمیق کنوئیں میں گرتی چلی جارہی ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس تنزلی اور خواری کی وجہ کیا ہے؟ اور اس اندھیرے کنویں سے نجات کیسے ملے گی؟ وقتاً فوقتاً کچھ دردمندانِ قوم اُٹھتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق علاج تجویز کرتے ہیں، لیکن صُورتِ حال یہ ہے کہ:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے مسلم قوم کی اس پستی اور ذلت کا سبب شاعر مشرق علامہ اقبال نے بتایا تھا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اگر ہم غور کریں کہ آج ہم ثریا سے تحت الثریٰ میں کیوں پہنچ گئے؟ تو اس کا جواب ہمیں اس حدیث مبارکہ میں کچھ یوں ملے گا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا۔ تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ" یعنی دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (مشكوة المصابيح، رقم الحديث: 5369)

آج ہمارے قلوب دنیا کی محبت، اس کی رنگینیوں سے الفت، اس کے اسبابِ تعیش کے خوگر، موت سے متوحش، خوف الٰہی سے خالی اور ایمانی حرارت، اسلامی جرأت و بے باکی سے محروم ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری یہ بڑی تعداد بھی سمندر کے جھاگ کی مانند ہو گئی، اب اس صورت حال میں کیا اس مرض کا کوئی علاج ممکن ہے؟ کیا کوئی اُمید کی کرن نظر آتی ہے؟ ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرض کا علاج:

علامہ اقبال نے اس کا علاج بھی کچھ اس انداز میں مسلم قوم کو بتایا ہے کہ:

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

یعنی آج سے تقریباً ساڑھے چودہ صدیاں قبل (اسلام کی آمد سے قبل) جس بیماری نے انسانوں کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا تھا، علامہ اقبال کی مراد اس سے یہ ہے کہ جس طرح دلوں پر غیر یقینی کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی اصل توحید کا نظریہ بالکل ماند پڑ چکا تھا، ایمان بالآخرت سے لوگ بے بہرہ ہو چکے تھے۔ مالی منفعت، لوٹ کھسوٹ، دنیا پر اقتدار کی ہوس اور دوسری اقوام کو زیر کرنے کا جذبہ کفر کی اجتماعی سوچ کا محور تھا۔ تقریباً وہی صورت حال آج پھر لوٹ کر آئی ہے۔ مسلمانوں کی حیثیت بھی تقریباً یہی ہے۔ عقیدہ آخرت زبان پر تو ہے لیکن دل عقیدہ آخرت سے تقریباً بے بہرہ ہیں۔ اگر اللہ کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا تصور ذہنوں میں مستحضر ہو تو ساری برائیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں ذہنوں پر وہی بیماری (شرک، بد عملی اور دیگر تاریکیوں) نے دلوں کو سیاہ کر رکھا ہے۔ ان ساری بداعمالیوں کا علاج اسی "آب نشاط انگیز" سے ممکن ہے اور وہ کیا ہے؟ "قرآن کریم"۔ قرآن کریم نے انسانوں کو جو ضابطہ حیات (الدین) عطا کیا ہے اُس کو "اسلام" کہہ کر پکارا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلم قوم کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ "اسلام" کی پیروکار ہے۔ کیا واقعی مسلم قوم کا یہ دعویٰ درست ہے؟ یا انہوں نے محض زبانی طور پر یہ دعوی کیا ہوا ہے اور اُن کے "اعمال و عقائد" اس دین کے تقاضوں کے برخلاف ہیں۔ آئیے ایک نظر جائزہ لے کر دیکھتے ہیں کہ مسلم قوم نے آخر کون سا جرم کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ذلت اور مسکنت کا پیکر بن چکی ہے۔

تاریخ اسلام یا تاریخ مسلم؟ :

اسلام کی تاریخ رقم کرتے ہوئے مؤرخین نے ایک غلطی یہ کی ہے کہ انہوں نے اسلام کی تاریخ اور مسلم قوم کی تاریخ کو ایک ہی شے سمجھ لیا۔ اس غلطی کی وجہ سے مسلم قوم کے عروج وزوال کو اصطلاحی طور پر "اسلام کا عروج وزَوال" بنا کر سمجھا اور سمجھایا گیا، جس نے بہت سی دیگر غلط فہمیوں کو بھی جنم دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ "اسلام" کو تو زوال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا عطا کردہ ناقابلِ تبدیل نظامِ حیات ہے۔ جب سے کرۂ ارض پر بنی نوع آدم نے شعور سنبھالا ہے اسی واحد نظریہ حیات کو اپنانے والوں نے دُنیا میں سرفرازیاں اور کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس نظریہ حیات میں ترقی بھی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نظریہ حیات انسان کو وہ روشنی عطا کر ہی نہیں سکتا جس میں وہ اپنے سامنے کا راستہ روشن دیکھ سکے اور بے خوف وخطر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ افسوس کہ "مسلم قوم" کا نام مؤرخین نے اس قوم کو دے دیا، جنھوں نے ایسے خاص مُعاشرے میں جنم لیا جہاں چند مخصوص "عقائد و رسومات" کو تقدس کا جامہ پہنایا جاتا ہے، اور اُن پر عمل کرنے والوں کو عزت واحترام کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ صُورتِ حال دُنیا کے دیگر مذاہب میں بھی پائی جاتی ہے۔ اِس طرح "اسلام" بھی دُنیا کے دیگر مذاہب کی مانند ایک مذہب بن کر رہ گیا ہے اور اُس کی انفرادیت وخصوصیت کو توہمات میں گم کر دیا گیا ہے۔ ایک مدت سے مسلم قوم نے ان اُصولوں اور نظریات کو ترک کر رکھا ہے جو اسلام نے پیش کیے تھے۔ چنانچہ اگر ایک خاص دور میں مسلم قوم نے "اسلام" کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا تو عروج بھی اس کا مقدر بنا تھا، لیکن جب اُنہوں نے اس نظریہ حیات کو چھوڑ کر دوسرے نظریات اپنا لیے تو قوانین الٰہی کی رُو سے اُن کا زوال لازمی تھا۔ جس طرح زمین اناج اُگلتے وقت کسان کا خاندان، اُس کا مذہب، اُس کی نسل کے بارے میں سوال نہیں کرتی، بلکہ وہ فطری قوانین کی بنیاد پر اناج اگاتی ہے، اسی طرح

قوانین الٰہی کی رُو سے جو قوم بھی "اسلام" کے اُصولوں پر عمل پیرا ہوتی ہے اُسے کامیابی، کامرانی اور دوسری قوموں پر بالادستی عطا کی جاتی ہے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو پھر زوال ہی مسلمانوں کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج عمومی صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت بنیادی عبادات کو بھی انجام دینے سے قاصر نظر آتی ہے، 95 فیصد افراد تو پنجگانہ نماز سے بھی غافل ہیں اور صرف جمعۃ المبارک کے دن دو رکعت نماز ادا کرنے پر مطمئن ہیں، اور جو 05 فیصد افراد مسجدوں میں نظر آتے ہیں وہ بھی معاملات کے اندر "دین اسلام" نافذ کرنے کو تیار نہیں ہیں، پھر معاملہ یہاں تک ہے کہ ہر سال حج و عمرہ کرتے نظر آنے والے افراد بھی سود خوری، رشوت، ذخیرہ اندوزی کرتے، غریبوں اور لاچار افراد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے، بہنوں کو جائیداد سے محروم کرتے، اپنے ملازموں کو مزدوری کے اصل حق سے کم دیتے ہیں، اُس پر ستم در ستم یہ کہ اب یہ سب کچھ ہمارے مزاج کا حصّہ بن چکا ہے، گویا کہ سارے معاملات غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہیں اور ہمیں محسوس تک نہیں ہوتا، پھر معاملہ یہ ہے کہ جہاں حالات تنگ ہوئے وہاں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اجتماعی توبہ کرنے کے بجائے الٹا تقدیر کا شکوہ کر دیا اللہ کے دشمن غالب اور مسلمان مغلوب کیوں ہیں اور آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اترتے، یہ شکوہ محض خود فریبی ہے یا بھولا پن ہے۔ اس صورت حال میں اصل کرنے کا کام یہی ہے کہ "رجوع الی اللہ" کیا جائے اور اس کا ذریعہ جیسے پہلے بیان کیا "قرآن کریم" سے تعلق کو مضبوط کرنا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاوَ۔ (آل عمران: 103)

حدیث میں ہے کہ یہ "قرآن کریم" اللہ سبحانہ کی مضبوط رسی ہے یہ ظاہر نور ہے، یہ سراسر شفا دینے والا اور نفع بخش ہے اس پر عمل کرنے والے کے لیے یہ بچاوَ ہے اس کی تابعداری کرنے والے کے لیے یہ نجات ہے۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: 3197)

تمسک بالقرآن کی صورتیں:

قرآن کریم سے اپنے آپ کو جوڑنے کا سب سے موثر ذریعہ یہ ہے کہ دروس "قرآن کریم" کی محافل میں شرکت کی جائے، اسی طرح اپنے گھروں میں "قرآن کریم" کو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کیا جائے خصوصاً قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی کرنے والوں کا انجام پڑھ کر اپنے بچوں کو سنائیں تاکہ خوف خدا ان کے اندر پیدا ہو، ہم اپنی زندگیوں میں قرآن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت جانیں اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی حقانیت کی زندہ نشانی جانیں۔ دین اسلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل مانیں۔ اللہ رب العزت کی توحید اور وحدانیت کی سب سے بڑی حجت تسلیم کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک زندہ معجزہ اسے تصور کریں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول "كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ" کے مطابق ہم بھی اپنے قول و فعل اور خلق و اخلاق کو قرآن کے مطابق ڈھالیں، ہماری زندگیوں میں بھی قرآن آئے اور قرآن کا نور ہماری زندگیوں کی ظلمت ختم کرے، قرآن کی ہدایت ہماری زندگیوں کے اندھیرے ختم کرے، ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی یہ پہچان ہو کہ جب کوئی ہمیں دیکھے تو تصور کرے کہ، محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام اور امتی جا رہا ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 19 پر.....

استقبال رمضان

مفتی مسعود الرحمن

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد

رمضان المبارک ہزاروں برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن میں لیے ہم پر سایہ فگن ہے۔ یہ بابرکت مہینہ ایمان و تقویٰ کا مہینہ ہے۔ ہر بندۂ مومن اپنی اپنی ہمت اور ظرف کے مطابق اس کی برکتوں سے لطف اندوز ہوگا۔ جس شخص کے دل میں ایمان کی معمولی بھی رمق باقی ہو اس مہینے میں معمولی ایمانی صلاحیتیں بھی ابھر کر سامنے آجاتی ہیں۔ اس مبارک مہینے کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا مہینہ فرمایا ہے۔ گویا اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنا بندہ بنانا چاہتے ہیں اور انسان کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک سے ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جوڑ لے۔ اس مہینے میں رحمتِ خداوندی کا دریا موجزن ہوتا ہے اور ہر طالبِ رحمت کے لیے آغوشِ رحمت وا ہو جاتی ہے۔

20 احادیثِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس ماہِ مبارک کا پہلا عشرہ رحمت ہے، دوسرا بخشش اور تیسرا جہنم سے آزادی۔ یہ مہینہ نورانیت میں اضافہ، روحانیت میں ترقی، اجر و ثواب میں زیادتی اور دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں کسی سائل کو خالی ہاتھ، کسی امیدوار کو ناامید اور کسی طالب کو ناکام و نامراد نہیں رکھا جاتا بلکہ ہر شخص کے لیے اس مہینے میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے رحمت و بخشش کی صدائے عام ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہر سال آتا ہے اور چلا جاتا ہے مگر یہ ماہ مبارک ہمارے لیے کیا پیغام لے کر آتا ہے اور ہماری زندگی میں کیا انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے؟ بہت کم لوگ ہیں جو اس سوال پر غور کرنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے اور اس کی امتیازی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قمری سال کے بارہ مہینوں میں یہی ایک منفرد مہینہ ہے جس کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرۃ: 185)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

رمضان رمض سے مشتق ہے اور رمض کے معنی لغتِ عربیہ میں جلا دینے کے ہیں چونکہ اس مہینے میں یہ خصوصیت ہے کہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک صاف کر دیتا ہے بشرطیکہ رمضان المبارک کا پورا احترام اور اس کے اعمال کا اہتمام کیا جائے۔ اس لیے اس کا نام رمضان ہوا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس طرح انتہائی درجہ حرارت اور تپش میں دھاتوں کو پگھلا کر ان کا میل کچیل اور کھوٹ کو علیحدہ کر کے خالص سونا اور چاندی اور صاف ستھری دھاتیں حاصل کی جاتی ہیں اسی طرح اس ماہِ مبارک میں روزہ رکھ کر بھوک پیاس کی شدت برداشت کر کے اور گناہوں سے اجتناب کر کے روحانی صفائی اور گناہوں سے پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے یا جس طرح موسم بہار کی پہلی بارش سے نباتات، درختوں اور پودوں کی کونپلیں، پتے اور پھول نکلنے لگتے ہیں اور مٹی اور گرد و غبار سے صاف ہو کر درخت اور پودے ہرے بھرے نظر آنے لگتے ہیں اسی طرح رمضان کے مبارک مہینے میں شب و روز کی عبادت اور روزہ اور تراویح کے اہتمام سے ایمان و عمل میں تازگی اور رونق آجاتی ہے اور روحانی

صفائی اور ایمانی ترقی سے اسلامی معاشرہ باغ و بہار بن جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا رمضان المبارک کی تمنا اور شوق کرنا:

نبی اکرم ﷺ رمضان کی آمد کی تیاری بہت اہتمام سے فرماتے تھے اور اس مبارک مہینے کے استقبال کے لیے بہت اشتیاق اور تمنا کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔(مشكاة المصابيح، رقم الحديث: 1369)

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت ڈال اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔ یعنی اے اللہ! آپ نے ہمیں یہ مہینے نصیب فرما کر ہم پر احسان فرمایا اب آپ مزید فضل و کرم فرما کر ہماری زندگی میں اس قدر مہلت اور برکت عطا فرما دیں کہ ہمیں جیتے جی رمضان المبارک کا مہینہ دیکھنا نصیب ہو جائے اور اس مہینے کی روحانی بہاروں سے ہمیں لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

دوسری جگہ فرمایا: شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللهِ۔(زهر الفردوس لابن حجر: 278/5)

ترجمہ: شعبان میرا مہینہ اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

حضور ﷺ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ بھی سال کے مختلف ایام میں نفلی روزے رکھا کرتے تھے مثلاً پیر اور جمعرات کا روزہ، شوال کے روزے، ذی الحجہ کے ابتدائی ایام کے روزے، محرم الحرام کے روزے، ہر ماہ ایامِ بیض کے روزے وغیرہ مگر شعبان کے مہینے میں نبی ﷺ جس کثرت اور اہتمام کے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے اس کی مثال کسی دوسرے مہینے میں نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو شعبان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں اتنی کثرت سے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔(صحيح مسلم، رقم الحديث: 2723)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے اس لیے رکھا کرتے تھے کہ رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ پیدا ہو جائے اور شعبان کے روزوں کو رمضان کے روزوں سے وہی مناسبت ہے جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے۔

نبی ﷺ رمضان کے فضائل و مناقب بیان فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذہن سازی فرماتے اور انہیں رمضان کے استقبال کے لیے تیار فرماتے۔ آپ ﷺ نے شعبان کے آخری دن خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انتہائی موثر اور جامع انداز میں رمضان المبارک کا تعارف کرایا اور اس مہینے میں اعمالِ خیر کی کثرت کرنے کی ترغیب دی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظیم الشان اور مبارک مہینہ سایہ افگن ہوا چاہتا ہے، اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالی نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کو ثواب کی چیز بنا دیا ہے۔ اس مہینے میں نفلی عمل فرض کے برابر اور ایک فرض کی ادائیگی 70 فرضوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اس مہینے میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں اگر کوئی شخص کسی روزے دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا باعث بن جاتا ہے اور اس کی جہنم

سے آزادی کا سبب ہوگا اور روزے دار کے برابر اسے ثواب بھی ملے گا اور اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص روزے دار کو افطار کرانے کی گنجائش نہیں رکھتا یعنی کیا غریب لوگ اس ثواب سے محروم رہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ کھجور کے ایک دانے، دودھ کے ایک گھونٹ یا صرف پانی پلا کر روزہ افطار کرانے پر بھی عنایت فرما دیتے ہیں اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلایا تو اللہ تعالی اسے میرے حوض سے ایسا سیراب فرمائیں گے کہ وہ اس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس محسوس نہیں کرے گا۔ اس مہینہ کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے خادم کی ذمہ داریوں میں نرمی کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما کر اسے جہنم سے آزادی عطا فرمائیں گے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

محاسبہ کرنے کی ضرورت:

ہماری زندگی میں کتنے رمضان آئے اور گزر گئے، ہم اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ہم نے ان کا پورا پورا حق ادا کیا یا وہی روایتی طریقے سے اپنی آخرت سنوارے بغیر اپنی بخشش کرائے بغیر ایسے ہی خالی گزار دیے۔ اگر ہم نے اپنے پچھلے رمضان غفلت میں گزار دیے تو ہمارے لیے بہت خسارے والی بات ہے۔ لہذا آنے والا رمضان ہمارے لیے ایک موقع غنیمت ہے کہ اس میں ہم اعمالِ خیر کا اہتمام کر کے اپنی غفلت میں گزاری ہوئی زندگی کی تلافی کر سکیں۔ اہل اللہ کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک کے معمولات و مشاغل پورے سال کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں جو شخص رمضان میں سدھر گیا وہ ان شاء اللہ پورے سال سدھرا رہے گا اور جو شخص اس مہینے میں بھی معصیت سے باز نہ آیا اسے آئندہ بھی توفیق نہیں ملے گی۔ دراصل رمضان کا موسم کسی فرد یا قوم کی سعادت یا شقاوت کے لیے فیصلہ کن ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سال کے ماہِ رمضان کو ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خیر و سعادت کا موجب بنائیں۔ آمین

بقیہ: ذلت و رسوائی۔ سبب، ترک قرآن

اگر آج بھی مسلم قوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ جذبہ ایمانی لے کر اُٹھ کھڑی ہو، جس کے تحت انہوں نے فرمایا تھا کہ "حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ" (ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے) تو کوئی سبب نہیں کہ ان کو کامیابی اور کامرانی ملے اور اُخروی نجات کا حصول آسان ہو جائے ہر شخص کو "کتاب اللہ" کے حقوق ادا کرنے کی اپنی امکانی حد تک بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بحیثیت امت قرآن کریم سے وہ تعلق عطا فرمائے کہ اس قرآن (اس عظمت والی کتاب، جو کتاب کریم ہے، کتاب مکنون ہے) کے بارے میں ہماری سستی اور کاہلی دور ہو اور ہم بھی ایسے لوگوں میں شامل ہوں جو روز قیامت عرش کے سائے میں ہوں گے۔ آمین یا رب العالمین

رسول اللہ ﷺ کا انداز تنبیہ ۔ ۔ (آخری قسط)

مولانا محمد آصف

اللہ تعالی کی قدرت کی یاد دہانی کرواتے ہوئے تنبیہ فرمانا :

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ : میں اپنے کسی غلام کی پٹائی کر رہا تھا، تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی : ابو مسعود جان لو کہ اللہ تعالی اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنا تم اس غلام پر قادر ہو۔ میں پیچھے مڑا تو دیکھا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں ، میں نے فوراً کہہ دیا کہ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لیے آزاد ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا : دیکھیے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ آپ کو لپیٹ لیتی / جہنم کی آگ آپ کو چھو کر رہتی ۔ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 1659)

حکمت آمیز سختی کے ذریعے تنبیہ کا انداز :

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا : اے اللہ کے رسول! فلاں شخص ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے، اس وجہ سے میں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ پاتا۔ تو میں (ابو مسعود انصاری) نے نبی اکرم ﷺ کو وعظ و نصیحت کے دوران کسی دن اس سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : اے لوگو! یقیناً تم نفرتیں بانٹنیں والے ہو گئے ہو، لہذا جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس میں لوگوں کے لیے تخفیف کرے، کیوں ان میں بیمار، کمزور اور ضرورت مند لوگ بھی شریک ہوتے ہیں ۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 90)

وضاحت : یقیناً یہاں نبی اکرم ﷺ نے نماز میں تطویل کرنے والے پر مہربانی اور شفقت فرماتے ہوئے، اس کی تعیین نہیں فرمائی، اور یہی ان کی عادت شریفہ تھی کہ مستحق تادیب کے لیے عتاب اور شائستگی کی تعلیم کو مخصوص نہ فرماتے ۔ (یعنی اس کا نام لے کر اسے تنبیہ نہ فرماتے، بلکہ سب سے خطاب فرما کر غلطی کی اصلاح فرماتے) تاکہ غلطی میں بتلا شخص کو ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ عمدة القاري (2\158)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو اسے اتارا، پھر اسے پھنک دیا، اور فرمایا : تم میں سے بعض لوگ انگارے کے پاس جا کر اسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتے ہیں ۔ جب آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے تو اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا لیجیے، فائدہ اٹھائیے، تو وہ شخص کہنے لگے کہ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے پھینکا ہے میں تو اللہ کی قسم اسے کبھی بھی نہیں اٹھاؤں گا ۔ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 2090)

منفی خیالات کو ذہن سے رفع کرنے کا ایک نرالا انداز :

حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں : جب حنین والے دن اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو مال غنیمت عطا

فرمایا تھا، تو اسے انہوں نے ان لوگوں میں تقسیم فرمادیا جن کی تالیف قلبی مطلوب تھی، اور انصار کو کچھ بھی عطا نہیں فرمایا، تو جن لوگوں کو کچھ ملنے کی امید تھی انہیں کچھ بھی نہ ملا تو وہ محسوس کرنے لگے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے خطاب کیا اور فرمایا: اے انصار کی جماعت! بتائیے کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر اللہ تعالی نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی؟ اور تم بٹے پڑے تھے اللہ تعالی نے میرے ذریعہ تمہیں جوڑ دیا، اور فقیر تھے تو اللہ تعالی نے میرے ذریعے تونگر کر دیا۔ جب بھی نبی اکرم ﷺ کچھ فرماتے تو حضرات انصار عرض کرتے: اللہ اور اس کے رسول ہی کا بڑا احسان ہے۔ پھر فرمایا: تمہیں اللہ کے رسول کو جواب دینے سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ ﷺ جو کچھ بھی فرماتے تو وہ عرض کرتے اللہ اور اس کے رسول کا ہی بڑا احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ آپ ہمارے پاس ایسے ایسے آئے تھے" (بے یارومددگار اور ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا) کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جا رہے ہوں اور تم نبی کو اپنے کجاووں کی طرف لے کر جا رہے ہو، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا، انصار میرے جسم سے لگے ہوئے کپڑے کی مانند ہیں، اور دوسرے لوگ اوپر والے کپڑے کی مانند ہیں، تم میرے بعد عنقریب کچھ ترجیحی پہلو دیکھوگے، تو تم مجھ سے حوض کوثر پر آکر ملنے تک صبر کرنا۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 4330)

متبعین کے دل میں مقتدا کی نسبت اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو دل میں کھٹکتی اس بات کو سننا اور ہمدردانہ انداز میں اس کا مداوا کر دینا چاہیے، یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اور اسے اپنی توہین سمجھ کر دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے۔

جیسا کہ اس حدیث مبارک میں ان کی اس غلط فہمی کو رفاقتِ نبی اکرم ﷺ کا دھیان دلا کر دور کیا گیا کہ لوگ تو دنیا کی مال و متاع جو ڈھلتے سائے کی مانند ہے لے کر جا رہے ہیں، اور آپ اپنے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی متاع بیش بہا لے کر جا رہے ہیں۔

مزید اس غلط فہمی کا ازالہ فرمانے کے لیے اپنے دلی جذبات بھی بیان فرما دیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تم سے منہ موڑ لوں بلکہ اگر ہجرت جیسی عظیم اور ہمت طلب عبادت نہ ہوتی تو میری چاہت ہوتی کہ میں بھی قبیلہ انصار کا ایک فرد ہوتا۔

پُر مشقت کام کو آسان کام پر ترجیح دینے والوں کو تنبیہ کرنے کا انداز:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پے در پے (نفلی) روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا، تو ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ: آپ تو پے در پے روزے رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کون میری مانند ہو سکتا ہے؟ میں شام کرتا ہوں تو میرا پروردگار (غیب سے) مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ جب لوگوں نے پے در پے روزہ سے باز آنے میں انکار کر دیا تو ایک دن آپ نے بھی ان کے ساتھ صوم وصال رکھا، پھر ایک دن اور بھی رکھا، پھر لوگوں نے (شوال کا) چاند دیکھ لیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاند مؤخر ہو جاتا تو میں بھی تم پر اضافہ کرتا۔ جب انہوں نے اس سے باز آنے سے انکار کر دیا، تو انہیں سزا کے طور پر یہ فرمایا۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 1965)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: جب آنحضرت ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو ان سے کچھ حاصل نہ کر سکے، لہذا فرمایا کہ اب تو ہم واپس ہی چلے جائیں گے۔ تو یہ بات دیگر شرکا پر گراں گزری، تو کہنے لگے، ہم واپس چلے جائیں گے، اور اسے فتح نہیں کریں گے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: صبح حملہ کر دینا، جب صبح مسلمانوں نے حملہ کیا تو ان میں کافی لوگ زخمی ہوئے، اس صورت حال

کے پیش آنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ : ہم کل ان شاء اللہ واپس چلے جائیں گے، تو اب مسلمانوں کو یہ بات اچھی لگی، اس پر آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 4325)

حکم الہی کے بالمقابل رائے پیش کرنے پر شدید ناگواری کا اظہار فرما کر تنبیہ کرنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ : وہ مخزومیہ خاتون جس سے چوری سرزد ہوئی تھی، اس کے معاملے نے قریش کو بڑا فکر مند کیا تھا، چنانچہ وہ کہنے لگے : اب اس کے معاملے میں اللہ کے رسول ﷺ سے کون بات کرے گا؟ تو انہوں نے کہا کہ : اس پر تو سوائے نبی اکرم ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید کے کوئی جرأت نہیں کرسکے گا۔ تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ اللہ تعالی کی حد بندیوں میں سے ایک حد کے بارے میں بات کررہے ہیں؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطاب فرمایا : تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ صرف اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، اللہ کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ضرور بالضرور ہاتھ کاٹ دیتا۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: 6788)

مزاج و طبیعت کی رعایت رکھتے ہوئے غلطی پر تنبیہ کرنے کا انداز :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ امہات المؤمنین میں سے کسی کے یہاں تھے کہ ایک زوجہ کی طرف سے کھانے کا ایک پیالہ بھیجا گیا، لیکن موقع پر موجود زوجہ نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو جھٹکا دیا جس کے باعث پیالہ زمین پر گر کر ٹوٹ پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے کہ تمہاری والدہ کو غیرت آگئی ہے پیالے کو دونوں ٹکڑوں کو اٹھا کر جوڑا اور اس میں کھانا جمع فرمالیا، اس کے بعد فرمایا کہ (چلو) اسے کھالو، تو سب نے کھایا، یہاں تک کہ وہ اہلیہ خود اپنا پیالہ لے کر آگئیں، اور وہ صحیح سالم پیالہ نبی اکرم ﷺ نے لانے والے کے ہمراہ اسی زوجہ کے ہاں بھجوادیا جن کا پیالہ تھا، اور اس کے بدلے ٹوٹا ہوا پیالہ اسی گھر میں رہنے دیا۔ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 2334)

احادیث مبارکہ سے حاصل شدہ فوائد ایک نظر میں

اس باب کے تحت ان تمام احادیث حاصل شدہ نتائج کو اقوال زریں کی صورت پیش کیا گیا ہے، جس سے ان سابقہ احادیث مبارکہ کا اجمالی خاکہ ذہن نشین کیا جاسکتا ہے۔

01۔ نووارد شخص کو بہت ہی نرم لہجہ میں اس کی کوتاہی پر متنبہ کرنا چاہیے

02۔ کسی سے اس کی غلطی کا تذکرہ کیے بغیر اسے درست راہ بتادینی چاہیے۔

03۔ اپنے ماتحتوں میں ذی مرتبہ حضرات جبکہ وہ غصہ میں ہوں تو انہیں گپ شپ والے انداز میں متنبہ کرنا چاہیے۔

04۔ کم عمر بچوں کو زبانی کلامی تنبیہ کرنے کے ساتھ ساتھ، عملی طور پر بھی ناروا کاموں سے روکنا چاہیے۔

05۔ کم عمر بچوں کو جب غلطی میں بتلا دیکھا جائے تو فوراً مناسب طریقے سے تنبیہ کردینی چاہیے۔

06۔ کم عمر بچوں کے لیے غلطی کے وقت ہی تنبیہ کارگر ہوتی ہے۔

07۔ اگر متعلقین کسی نامناسب کام سے منع کرنے کے باوجود باز نہ آ رہے ہوں تو لہجہ میں ذرا ترشی لا کر تنبیہ کرنی چاہیے۔

08۔ اگر کوئی رضا کار خادم کوئی کام سر انجام دینے میں تاخیر کا شکار ہو جائے تو تنبیہ میں بڑی نرمی برتنی چاہیے۔

09۔ منفی سوچ کے حامل بندے کی تنبیہ میں اس کی فکری کج روی کی اصلاح کی صورت میں تنبیہ کرنی چاہیے۔

10۔ اگر کوئی ایسی کوتاہی میں بتلا ہو کہ اگر اسے موقع پر تنبیہ کر دی گئی تو بہت زیادہ ندامت ہوگی، تو اسے تنبیہ کرنے میں اس کے ہم مزاج دوست سے مدد لینی چاہیے۔

11۔ کسی کو تنبیہ کرنے میں اس کی عزت نفس کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

12۔ اگر کسی معتمد اور مقرب آدمی سے غلطی ہو جائے تو اسے کچھ عرصہ تک قطع تعلق کر کے بھی تنبیہ کی جا سکتی ہے۔

13۔ غلطی میں بتلا آدمی کی تخصیص کیے بغیر عمومی انداز میں اس غلطی پر تنبیہ کرنی چاہیے۔

14۔ اگر طالب علم اپنی غلطی کا غیر معقول عذر بیان کرے تو اسے صراحتاً جھٹلانے کے بجائے، ایسا رویہ اپنانا چاہیے کہ وہ خود اپنی غلطی کا اعتراف کر لے۔

15۔ اگر کوئی خلق خدا کے ساتھ زیادتی کی غلطی میں بتلا ہو تو اسے تنبیہ میں قدرے سختی سے کام لینا چاہیے، لیکن طرز عمومی خطاب کا ہو، مثلاً یوں کہہ دینا کہ: تم ایسی کوتاہیوں میں کیوں بتلا ہوتے ہو؟

16۔ اگر کوئی اپنی غلطی کا عذر بیان کرے تو اس کا عذر سنا جانا چاہیے۔

17۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو گیا اور دوستوں کے دل میں منفی خیالات پیدا ہو جائیں، تو انہیں دور کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

18۔ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی کسی کوتاہی میں بتلا دیکھیں تو اسے اللہ تعالی کی قدرت یاد دلا کر تنبیہ کرنی چاہیے۔

19۔ اگر ماتحتوں میں اپنے بڑے سے متعلق منفی خیالات پیدا ہو جائیں تو اس پر تنبیہ کرنے میں گفت و شنید کا انداز اپنانا چاہیے۔ اس تنبیہ میں بچوں / طلبہ سے اپنے قلبی تعلق اور ان سے وابستہ مستقبل کی آرزوؤں کا بھی صاف صاف تذکرہ کر دینا چاہیے۔

20۔ اگر ماتحت کسی پُر مشقت کام سے منع کرنے کے باوجود باز نہ آ رہے ہوں، تو اس پر تنبیہ کا یہ انداز اپنانا چاہیے کہ انہیں ناگواری کے اظہار کے ساتھ اجازت دے دینی چاہیے کہ خود اس دل برداشتہ ہو کر باز آ جائیں۔

انبیاء دنیا میں خدا تعالی کی میزان ہوتے ہیں، یہاں ایک ایک ذرہ انصاف کے ترازو میں برابر رہتا ہے۔ معقول عذر نا معقول نہیں ہوتا، اور کسی کا نقصان بھی گوارا نہیں ہوتا، اور کسی کی مجبوری کو نظر انداز کر دینا بھی پسندیدہ نہیں ہوتا، اور فطری جذبات کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے۔

اللہ تعالی سے آخر میں یہ دعا کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ہر کام کی نظریاتی صداقت سے جیسے ہمارے دل معمور ہیں ایسی ہی عملی صداقت بھی نصیب فرما دیں کہ ہمارے اعضاء و جوارح دل میں موجزن محبت مودت کے شاہد عینی بن جائیں۔ اور اس کاوش کو اپنے فضل و کرم سے مقبول و منظور فرمائیں۔ آمین

معرکۂ روح و بدن۔۔۔(آخری قسط)

ریان بن نعمان

طالب علم سال دوم، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

(ارض مقدس میں جنم لینے والے انسانی المیہ کے تناظر میں)

پاکستان جو مرضِ اسرائیل کے علاج کے طور پر وجود میں آیا تھا، آج اپنے فلسطینی بھائیوں، بہنوں، بزرگوں کے زخموں پر مرہم رکھنے سے قاصر ہے۔ عربوں کی پر تعیّش زندگی نے انہیں کھوکھلا کر دیا ہے۔ غیر عرب کو بھی عملی و نظری سطح پر مادہ پرستی، الحاد، سیکولرازم و جدیدیت کے اندھیروں نے اپنی ظاہری چکاچوند میں گم کر کے ایمانی رمق کو انتہائی مدھم کر دیا ہے کہ انہیں آج نہ جانے مقتل سے اٹھنے والی بوئے خونِ شہیداں سونگھائی دیتی ہے، نہ دہائیاں دیتی، چیختی چلاتی صدائے پریشاں کچھ ستاتی ہے۔ نہ بے گور و کفن لاشوں کی کثرت دل میں کچھ ہلچل مچاتی ہے، نہ علاج کی سہولیات سے محروم، بے یار و مددگار زخمیوں کے زخم ان کی آنکھوں کی نمی میں کچھ اضافہ کرتے ہیں بلکہ اس کے علی الرغم عالمِ اسلام میں حزب الشیطان کی کاروائیوں میں زبردست اضافہ دیکھا جا رہا ہے جس کے نمونے تو کبھی کنسرٹس میں تھرکتے اجسام کی شکل میں سامنے آتے ہیں، تو کبھی گیند بلے کے تماشوں میں دھڑکتے قلوب کی صورت میں عیاں ہوتے ہیں، کبھی تعلیمی اداروں سے آنے والی نازیبا ویڈیوز سے واضح ہوتے ہیں، تو کبھی قضیۂ فلسطین سے اظہارِ بیزاری کے ذریعے آشکارا ہوتے ہیں، کبھی حماس کے 07 اکتوبر کے حملے کو معصوم جانوں کے ضیاع اور خودکشی کے مترادف گردانتے سے نظر آتے ہیں، تو کبھی شقاوتِ قلبی کی انتہا پر پہنچتے ہوئے اسرائیل کی حمایت میں دلائل پیش کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ غرض معاشرے کے مختلف طبقات کی مختلف کیفیات ہیں، جہاں اِن رذیل کیفیات کے حامل، اسفل سافلین کے طبقے سے متعلق گروہِ انسانی اپنی مستیوں، راگ رنگینیوں میں مست ہے تو وہیں زندہ ضمیر رکھنے والے، امت کا درد رکھنے والے، دنیا کے کسی بھی خطے اور بالخصوص فلسطین کے مسلمانوں پر گزرنے والے ایک ایک کرب کو اپنے دل میں محسوس کرنے والے، رات کے پہروں میں بہتی آنکھوں اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے مظلوم بھائیوں، بہنوں، بچوں کی مظلومیت کا شکوہ ربِ المستضعفین کی بارگاہ میں کرنے والے، سوزِ دل اور نفسِ گرم سے معمور بے باک تقاریر و تحاریر کے ذریعہ امت کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنے والے، فلسطینی عَلَم تھامے اسرائیل مخالف اور فلسطینیوں کے حق میں نعرے لگاتے، سڑکوں اور میدانوں کو پُر کرنے والے باغیرت، باہمت، پُرعزم اور غیور رجالِ کار کی بھی ایک کثیر تعداد منظرِ عام پر ہے۔ حیرت انگیز طور پر اسرائیل مخالف فلسطینیوں کے حق میں قول و فعل سے اظہارِ جذبات کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ان غیر مسلموں کی بھی ہے جن کی فطرت کسی درجہ ظلماتِ تعصب سے سلامت ہے، یہ صورتحال نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ اور گریبانوں میں جھانکنے کی داعی ہے بلکہ جسدِ غیرتِ ملّی کے رخسار پر ایک زناٹے دار طمانچہ بھی ہے۔

دربارِ نبوی ﷺ سے امتِ مسلمہ کو ایک جسدِ واحد قرار دیا گیا ہے کہ اگر آنکھ دُکھے تو سارا جسم اس کی تکلیف محسوس کرے مگر کیا کیجیے اُس شل اور بے حس وجود کا کہ جس کو اپنے ایک جزء کے کٹنے کا احساس ہی نہیں ہو پا رہا ہو۔ ملتِ اسلامیہ کو ایک عمارت کی اینٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ

باہم مربوط و مضبوط ہوتی ہیں مگر کیا کیجیے اس کھوکھلی عمارت کی اینٹوں کا کہ جن کا ایک دوسرے کے لیے ذریعۂ تقویت بننا تو درکنار اپنے قیامِ وجود ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک حساس دل رکھنے والے، تمنائے شہادت رکھنے والے، جذبۂ قربانی رکھنے والے، سوزِ جگر رکھنے والے مسلمان کے لیے کیا اعصاب شکن مقامِ آزمائش ہے، انتہائی بے بس اور مجبورِ محض کی سی کیفیت ہے کہ وہ مالکِ کون و مکاں سے صرف دعائیں ہی کر سکتا ہے، فقط مالی امداد ہی کر سکتا ہے (اور اس مالی امداد کے لیے بھی دعا ہی کہ وہ وہاں تک پہنچ جائے) اور بارگاہِ خداوندی میں اپنے عذرِ بے بسی کو وسیلۂ معذرت ہی بنا سکتا ہے اس حال میں کہ یہ دعوتِ ربانی و شکوۂ مظلوماں اس کے دل کو چیر اور اس کے بدن کو جھنجھوڑ رہی ہوتی ہے

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (النساء: 75)

ایک بار پھر دنیا اور ہوس کے بزدل پجاریوں کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نڈر غلاموں سے معرکہ چھڑا ہوا ہے۔ ایک طرف مادیت کی دبیز تہہ میں لپٹے ہوئے کرائے کے سپاہی ہیں تو دوسری طرف سر تا پا روحانیت میں مستغرق اور توکل علی اللہ کی معراج، مجاہدینِ فی سبیل اللہ ہیں۔ ان جواں مردوں نے فضائے بدر تو پیدا کر دی ہے، کیا عجب کہ فرشتوں کا نزول بھی ہو رہا ہو۔ اسی کیفیت کی بہترین عکاسی "قافلۂ ملّی کے حُدی خواں" کے ان اشعار میں ملتی ہے:

تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا ۔۔۔ دنیا کو ہے پھر معرکۂ رُوح و بدن پیش
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا ۔۔۔ اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
تقدیرِ اُمَم کیا ہے، کوئی کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

ربّ ذوالجلال کے حضور دست بستہ یہ التجا ہے کہ امت مسلمہ کے احوالِ دنیوی و اخروی کو درست فرما دے، ان پر ہونے والے ظلم و ستم کو امن سکون و عافیتِ کاملہ سے بدل دے، مسجد اقصیٰ اور اس کے محافظوں کی حفاظت کا انتظام فرما دے، ان کی زخمیوں کو شفائے کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ اور ان کے شہیدوں کو جنت الفردوس میں درجۂ عالیہ عطا فرما دے، روزِ قیامت اپنے حبیب ﷺ اور اپنے اِن محبوبوں کے روبرو رسوائی سے ہماری حفاظت فرما دے۔ اے ارحم الرحمین! اے اکرم الاکرمین! اے وہ کہ انتظام و انصرامِ ارض و سماء جس کے قبضۂ قدرت میں ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی حرکت میں جس کے اذن کا محتاج ہے، واقعات جس کے کلمۂ کُن سے جنم لیتے ہیں، قلوب العباد جس کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، اے خدائے بزرگ و برتر! تیری زمین فساد سے پُر ہو چکی اور مفسدین ہر قانونِ دنیوی سے بالاتر دندناتے پھر رہے ہیں، اے الٰہ العالمین! ہم اعتراف کرتے ہیں اپنی کمزوری کا، وسائل کی دستیابی کے باوجود ان کے صحیح استعمال پر عدمِ قدرت کا، اے اللہ! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہمارا بھی رب ہے! تو ہمارے بھائیوں، بہنوں، بچوں، بزرگوں کو کس کے حوالے کر رہا ہے، ایسے وحشی درندوں کے حوالے کہ انسانیت جن کو چھو کر نہیں گزری، ایسے انسان نما حیوانوں کے حوالے کہ سفاکیت جن کے ناپاک خون کے ہر خلیے میں شامل ہے، اے رب المستضعفین! اپنے ان مظلوم بندوں کو اپنے چہرے کے نور کی پناہ عنایت فرما کہ جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو ان پر یا ہم پر اپنا غضب نازل کرے یا تیرا اعتاب ان پر یا ہم پر وارد ہو، تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔۔۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

فلسطین میں جنم لیے ہوئے اس انسانی المیے اور اقوام عالم کی افسوسناک صورتحال کے پسِ منظر میں ڈاکٹر ظفر کمالی صاحب نے بصورتِ نظم کیا خوب منظر کشی کی ہے (جو کچھ تغیّر کے ساتھ پیشِ خدمت ہے) :

خاموش ہیں وہ دیکھ کے ہر ظلم و ستم کو
محسوس کریں کیسے ترے درد و الم کو
بگڑے ہوئے گھوڑے پہ کَسے کیسے کوئی زین
پامال ہوئے تیرے لیے سارے قوانین
عادل ہی عدالت کی یہاں کرتے ہیں توہین
تاریخ کے اوراق لہو سے ترے رنگین
کہنے کو بہت ہیں ترے زر دار مسیحا
گفتار کے غازی ہیں یہ لاچار مسیحا
حاجت ہے دواؤں کی تو وہ پڑھتے ہیں یٰسین
کیا نہیں اور غزنوی کارگہِ حیات میں
قافلۂ حجاز میں ایک حُسین بھی نہیں
ہے پیشِ نظر سب کے قیامت کا یہ کہرام
امداد ہو ظالم کی ملے اس کو ہی انعام
موسم ہو کوئی گرتے رہے مظلوم پہ اولے
دیکھے گا یہاں کون ترے دل کے پھپھولے
انساں کا لہو پی کے بنے بیٹھے ہیں شاہین
ہوتا ہی نہیں ختم یہ کھیل اب بھی ہے جاری
دولت کے پجاری ہیں یہ دولت کے پجاری
بجتی ہے سیاست کے سپیروں کی بہت بین
بھرتے ہیں دکھاوے کے لیے جتنے یہاں آہ
اے کاش کہ ہوتے وہ ترے سچے بھی خواہ
کیوں فکر انھیں ہو کہ یہ حالات ہیں سنگین
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین

سب بھول گئے اپنے کیے قول و قسم کو
فرصت ہی مکانوں سے نہیں شیخ حرم کو
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین
ٹھوکر میں یو این او کے ہیں شاہوں کے فرامین
چنگیز و ہلاکو کو بھی ہے قبروں میں تسکین
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین
ہیں باعثِ افزونیِ آزار مسیحا
ہوتے ہیں کہیں ایسے بھی بیمار مسیحا
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات
خاموش ہے مجرم کی طرح مجلسِ اقوام
ہم لوگ فرشتے ہیں یہ کہتے ہیں شیاطین
ٹھنڈے نہ ہوئے آج بھی بارود کے گولے
کیا وقت کی گردش ہے کہ ہٹلر کے مولے
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین
دن رات تماشا ہی دکھاتے ہیں مداری
جال اپنا بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں شکاری
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین
انجم ہے کوئی ان میں کوئی مہر کوئی ماہ
سب تجھ کو سیاست کی سمجھتے ہیں چراگاہ
اک روز یہ بدلے گی فضا بدلے گا یہ سین
اے ارضِ فلسطین مری ارضِ فلسطین

دل کی اہمیت

سعد عبد اللہ

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد

دل کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں خواہشیں جنم لیتی ہیں، امنگیں اور آرزوئیں پروان چڑھتی ہیں، سرور اور غم، نفرت، محبت، ایثار اور بغض جیسے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ آنکھ دیکھنے کی، کان سننے کی، ہاتھ چھونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی طرح دل خواہشات اور جذبات کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دل کی یہ پوشیدہ دنیا انسان کی ظاہری دنیا کی بنیاد ہے اور اسی پر انسان کا بناؤ اور بگاڑ موقوف ہے، اگر دل کی یہ دنیا صحیح ہے، اس کا نظام ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے، اس میں صحیح خواہشیں پیدا ہوتی ہیں، صحیح جذبات جنم لیتے ہیں تو انسان صحت مند ہے۔ اگر اس کا نظام گڑبڑ ہے تو انسان کی ظاہری زندگی کا نظام بھی گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسی حقیقت کو آج سے 1400 سال پہلے اس طرح بیان فرمایا:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ۔ (صحیح البخاری)

ترجمہ: خبردار! یقیناً جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہے تو پورا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! وہ "دل" ہے۔

سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ (الشعراء: 89 - 88)

ترجمہ: جس دن نہ کوئی مال کام آئے گا نہ اولاد ہاں جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آئے گا (اس کو نجات ملے گی)۔ یہی قلبِ سلیم آخرت میں بھی نجات کا سبب بنے گا اور دنیا میں بھی نورِ ایمان سے معمور دل وہ آنکھیں رکھتا ہے جو اشیا کی حقیقت دیکھ سکتی ہیں۔ اسی لیے سورۃ الحج میں نورِ ایمان سے محروم لوگوں کے لیے بیان کیا گیا:

لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ (الحج: 86)

ترجمہ: آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

سورۃ البقرۃ میں دلِ سخت کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً۔ (البقرة: 74)

ترجمہ: پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس کے بعد گویا کہ وہ پتھر ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت۔

انسان کی فطرت اگر سلامت ہو تو انسان کا دل بیدار ہوتا ہے اور نورِ وحی سے اسی طرح جگمگا اٹھتا ہے جیسے صاف شفاف تیل محض آگ کے قریب آنے سے جل اٹھتا ہے۔ اگر فطرت تکبر، تعصب، حسد، دنیوی مفادات یا گناہوں کی وجہ سے آلودہ ہو تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المطففين : 14)

ترجمہ: ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ آگیا ہے ان کے کمائے ہوئے (اعمالِ بد) کی وجہ سے۔

دلوں کے زنگ کو اتارنے کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَاجِلَاءُهَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔
(شعب الایمان للبیهقی)

ترجمہ: بیشک دلوں پر زنگ آجاتا ہے جیسے لوہے پر زنگ آجاتا ہے جب اس پر پانی لگتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! دلوں سے زنگ اتارنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے موت کو یاد کرنا اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا۔

سورۃ الحجرات میں تقویٰ کا مقام دل کو قرار دیا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (الحجرات : 03)

ترجمہ: بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں نبی ﷺ کے پاس یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے تقویٰ کے لیے۔

سورۃ الحج میں خوفِ خدا کا مرکز دل کو قرار دیا گیا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ (الحج: 32)

ترجمہ: اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں تعظیم کرے تو ایسے لوگوں کے دلوں میں تقویٰ ہے۔

سورۃ البقرہ اور التوبۃ میں مرضِ نفاق کا مقام دل کو قرار دیا گیا:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ (البقرة: 10)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو اور زیادہ کر دیا۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (التوبة : 08)

ترجمہ: یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔

سورۃ التوبہ میں شک اور ہچکچاہٹ کی جگہ دل کو قرار دیا گیا:

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ○ (التوبة : 45)

ترجمہ: بیشک اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔

دل کے تمام امراض، تمام رذائل کی بنیاد درحقیقت نفسانی ہوس کی پیروی ہے۔ جسے قرآنِ حکیم میں "اتباعِ ہویٰ" کہا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں اتباعِ ہویٰ سے بچنے کی بار بار تاکیدیں کی گئی ہیں:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (ص: 26)

ترجمہ : اے داوٗد! بیشک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرنا پس وہ تمہیں گمراہ کر دے گی اللہ کے راستے سے۔

لہذا اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل باطنی بیماریوں سے پاک ہو اور اس کے رذائل ختم ہو جائیں تو اسے سب سے پہلے نفس کو قابو کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ قرآنِ حکیم پر غور کرنے سے نفس پر قابو پانے کا طریقہ یہ سمجھ آتا ہے کہ دل میں آخرت کی فکر اور اللہ کے سامنے جواب دہی کا استحضار پیدا کیا جائے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (النازعات : 41 - 40)

ترجمہ : اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔ پس جنت ہی ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

جانتا تو ہر مسلمان ہے کہ مجھے ایک دن مرنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے لیکن یہ حقیقت جتنی یقینی ہے اتنی ہی کثرت کے ساتھ نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ نفس پر قابو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس حقیقت کو دل میں اس طرح جاگزیں کر دیا جائے کہ کسی بھی وقت خدا کے دربار میں حاضری کا تصور دل سے محو نہ ہو۔ یہ بات "مراقبۂ موت" سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ پانچ سے دس منٹ نکال کر اپنی موت اور موت کے بعد کے احوال کا تصور کیا کرے۔ اپنے روزمرہ کے تذکروں میں موت کے ذکر کو بھی لازمی طور پر شامل کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا :

"اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ"، يَعْنِي الْمَوْتَ۔ (سنن الترمذی)

ترجمہ : لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز (یعنی موت) کا کثرت کے ساتھ ذکر کیجیے۔

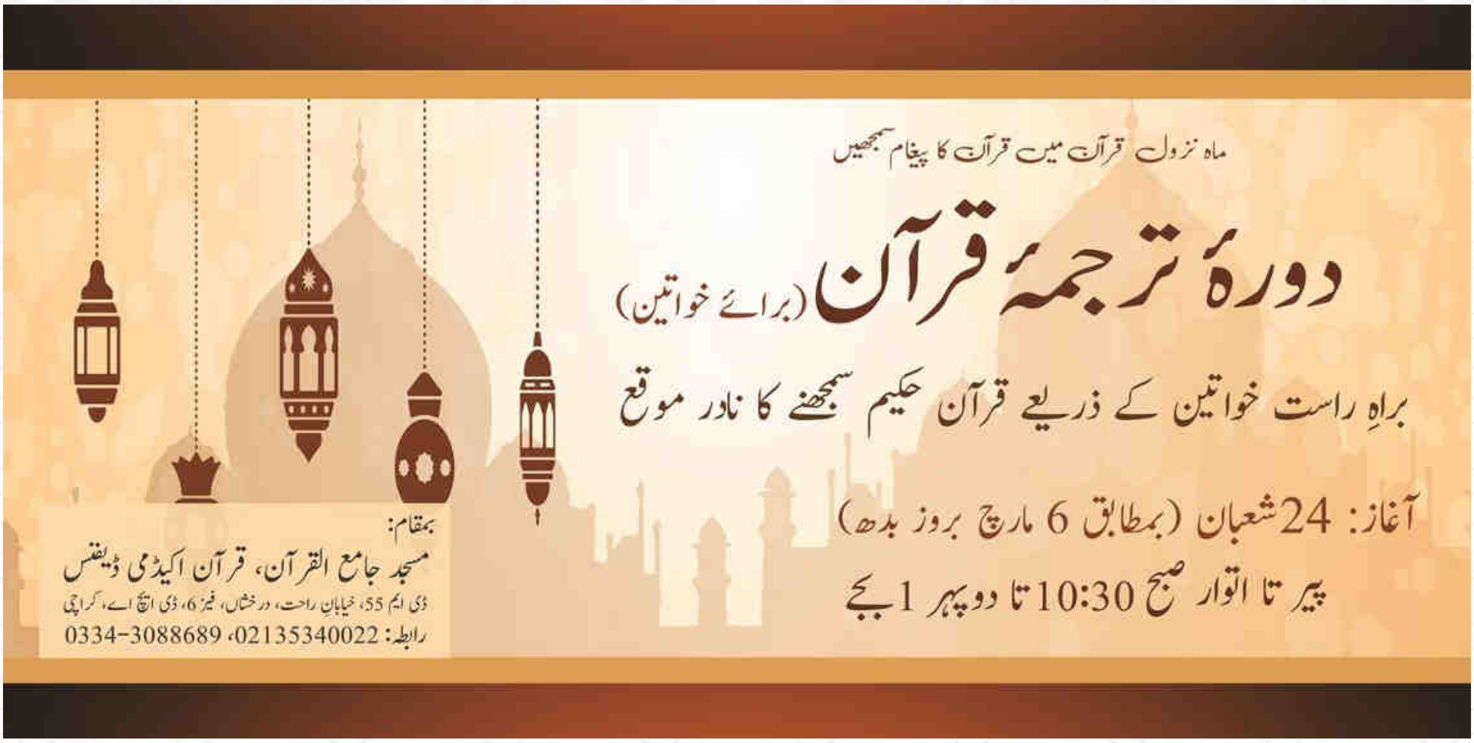

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول 24 – 2023 الحمد للہ یکم مارچ کو اختتام پذیر ہوا جس میں 65 خواتین و حضرات تسلسل کے ساتھ شریک رہے۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز کے تحت "درس قرآن کی تیاری کیسے کریں" زیر تدریس ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "انسان کا سب سے بڑا دشمن" زیر تدریس حافظ محمد اسلم صاحب، اور "اسلامک سافٹ ویئر" زیر تدریس محمد نعمان صاحب منعقد ہوئے۔

امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی طلبہ و طالبات سے عمومی سوال و جواب کی نشست کا انعقاد قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں 26 فروری 2024ء بروز پیر کو ہوا جس میں قرآن اکیڈمی ڈیفنس اور قرآن اکیڈمی کورنگی کے رجوع الی القرآن کورس سال اول کے طلبہ و طالبات نے شرکت کی۔

مبادیاتِ علومِ دینیہ برائے حضرات و خواتین کا اختتام بھی الحمد للہ 24 فروری کو ہوا۔ یہ کورس LMS پر براہ راست بھی کروایا جا تا رہا ہے۔

حلقات و دوراتِ دینیہ برائے حضرات اور برائے خواتین اور اسی طرح Active weekends course کا اختتام بھی الحمد للہ 24 فروری کو ہوا۔ کورس کے اختتام پر طلبہ و طالبات کو سرٹیفکیٹ کے ساتھ تحائف بھی دیے گئے۔

شعبہ خواتین میں ان شاء اللہ 06 مارچ 2024ء بروز بدھ سے صبح 10:30 تا 1:00 بجے دوپہر دورہ ترجمہ قرآن برائے خواتین کا آغاز ہوگا جو ان شاء اللہ 29 رمضان المبارک تک بغیر کسی ناغے کے جاری رہے گا۔

مدرسہ ہذا کے تینوں شعبہ جات شعبہ حفظ قرآن، شعبہ ناظرہ قرآن اور شعبہ قاعدہ للبنین و البنات میں تدریس جاری ہے۔ شعبہ بنات میں 24 فروری کو سالانہ نتائج کے اعلان کی تقریب منعقد کی گئی جس میں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کو اسناد اور شیلڈز پیش کی گئیں۔

ماہ جنوری میں دو خطاباتِ جمعہ مدیر تعلیم جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے اور دو خطاباتِ جمعہ امیر تنظیم اسلامی و نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے ارشاد فرمائے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول) میں کل 111 طلبہ و طالبات، سیکشن بی میں کل 20 طلبہ اور سال دوم میں کل 34 طلبہ و طالبات کی حاضری برقرار رہی۔ خصوصی محاضرات و لیکچرز میں "اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت اور منہج انقلاب نبوی ﷺ" کے موضوع پر استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، "اسلامک سافٹ ویئر مع ویب سائٹس کا تعارف" کے موضوع پر استاذ محمد نعمان صاحب اور "اسلام کا انقلابی منشور" بذریعہ ویڈیو بانی محترم

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منعقد ہوئے۔ حلقات و دورات (Short Courses) کے ضمن میں کل 17 کورسز جاری ہیں جن میں شرکا کی تعداد 105 تک رہتی ہے۔ آن لائن کورسز کے تحت "قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل" زیر تدریس استاذ عاطف محمود صاحب مکمل ہوا جس میں 24 شرکا زیر تعلیم رہے۔ تمام کورسز الحمد للہ ماہ فروری میں اختتام پذیر ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں شعبہ حفظ کل وقتی کے تحت درجہ حفظ میں 95 اور درجہ قاعدہ میں 20 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ 17 فروری 2024ء کو شعبہ حفظ کے تحت سالانہ تقریب تقسیم اسناد و دستار فضیلت کے پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں شعبۂ حفظ کے طلبۂ کرام نے بھرپور حصہ لیا اور سالانہ امتحان میں پوزیشن لینے والے اور تکمیل حفظ و دستار بندی والے طلبہ کرام کو شیلڈ و تحفہ دیا گیا اور ادارہ ہذا کی طرف سے اساتذہ کرام اور تمام جملہ معاونین کو بھی ہدیہ دیا گیا۔

درجہ ناظرہ بنین و بنات (سہ پہر) میں کل 273 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم میں مقیم طلبۂ کرام اور اہل محلہ و گردو نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد 25 ہے۔

شعبۂ دعوت و تبلیغ کے تحت مسجد میں "شب براءت" پر محترم عاطف محمود صاحب، "میرا گھر میری ذمے داری" اور "حقیقت نفاق" پر مدیر ادارہ ہذا محترم جناب سید سلیم الدین صاحب نے اور "دینی فرائض کا جامع تصور" پر محترم جناب محمد ارشد صاحب نے خطبات جمعہ دیے۔

شعبہ تصنیف و تالیف میں منتخب نصاب تفصیلی حصہ دوم کیے دو اسباق کی ایڈیٹنگ مکمل ہو چکی ہے اور مزید دو کی جاری ہے۔ آئینہ انجمن کو نئے ڈیزائن اور فہرست اور تصحیحات کے ساتھ مکمل کیا گیا۔ منتخب نصاب کے حصہ سوم جو کمپوز شدہ ہے اس کی تصحیح اول اور تخریج کی گئی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 24 – 2023 الحمد للہ ماہ فروری میں اختتام پذیر ہوا جس میں 25 خواتین اور 15 حضرات تسلسل کے ساتھ شریک رہے۔ خصوصی محاضرات کے ضمن میں "درس کی تیاری کیسے کریں؟" زیر تدریس صدر انجمن جناب انجینئر سید نعمان اختر صاحب، "گھر میں دعوت کا کام کیسے؟" زیر تدریس جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب، "تزکیہ نفس" زیر تدریس مدیر تعلیمات جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور "اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت" زیر تدریس مدیر ادارہ جناب محمد ہاشم صاحب منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 48 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 96 طلبہ اور شعبہ بنات میں 128 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ 28 فروری 2024ء بروز بدھ حفاظ طلبہ کی دستار فضیلت پروگرام میں 350 حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ ماہِ فروری میں شعبہ حفظ و ناظرہ میں سالانہ امتحان منعقد ہوا۔ شعبہ حفظ و ناظرہ کے 145 طلبہ اور درجہ قاعدہ و ناظرہ کی 125 طالبات شریک ہوئے۔ مجموعی طور پر تمام طلبہ و طالبات نے نمایاں کارکردگی حاصل کی۔

شعبۂ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کی کلاس میں تقریباً 30 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ "قرآن مجید کے حقوق (قرآن پر ایمان)"، "جھوٹ کی خباثتیں (اوّل و دوم)"، "قرآن مجید کے حقوق (تلاوتِ قرآن)" کے موضوعات پر لیکچرز اور شعبۂ خواتین کے تحت "معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن ہوا، جس میں 70 خواتین نے شرکت کی۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت ہفتہ وار قرآن فہمی کورس الحمدللہ 25 فروری 2024ء کو مکمل ہوا۔ جس میں تقریباً 10 حضرات نے باقاعدگی کے ساتھ شرکت کی۔ قرآن اکیڈمی کورنگی اور دی ہوپ اسلامک اسکول کے اسٹاف کے لیے ایک تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب کی ریکارڈ شدہ مطالبات قرآن سیریز سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

کشمیر کے حوالے سے "یومِ اظہارِ یکجہتی کشمیر" پروگرام منعقد کیا گیا۔ 16 فروری 2024ء کو "حیا اور حجاب کا فروغ" (سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب کی روشنی میں) پروگرام منعقد کیا گیا۔ سیکنڈ ٹرم رزلٹ کی تقسیم کے سلسلے میں "PTM" کا انعقاد کیا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس اس ماہ کے آخر تک باقاعدگی سے جاری رہا۔ اس ماہ غسل میت مع تجہیز و تکفین (استاذ عاطف محمود صاحب)، جہاد اور قرآن (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب) اور رمضان کیسے گزاریں (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب) کے موضوعات پر خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرات و خواتین کے لیے ہفتہ وار قرآن فہمی کورس اور بچوں اور بچیوں کے لیے دینی تربیتی کورس مکمل ہوا۔ بعد نماز فجر ترجمۂ قرآن اور بعد نماز عصر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے جس کی ذمہ داری جناب قاری غلام اکبر صاحب ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب کی تدریس میں اصلاحی خطبات کا مطالعہ جاری ہے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں، جس کی ریکارڈنگ انجمن خدام القرآن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ ادارے کے تحت 03 نکاح کی تقریب و رجسٹریشن بھی کی گئی۔ اور مدرسۃ القرآن قاعدہ و ناظرہ برائے اطفال میں طلبہ کی تعداد 55 ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

رجوع الی القرآن کورس بحسن و خوبی مکمل ہوا۔ رواں ماہ صدرِ انجمن جناب نعمان اختر صاحب نے "میرا گھر میری ذمہ داری"، "اسلام کا انقلابی منشور بذریعہ ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ" اور استاذ سعد عبداللہ صاحب نے "جہاد بالقرآن اور پانچ محاذ" کے عنوان سے خصوصی لیکچرز کی تدریس کی۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ مغرب تا عشاء بالغان کے لیے تجوید القرآن کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ پیر تا جمعرات دوپہر کے اوقات میں اسکول اور کالج کے طلبہ و طالبات کے لیے The Faith Line کے عنوان سے کورس بحسن و خوبی جاری ہے جس میں 40 طلبہ و طالبات شرکت کر رہے ہیں۔ ہفتہ اور اتوار حضرات و خواتین کے لیے تفسیرِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں ادارۂ ہٰذا کے اساتذہ منتخب سورتوں کے تفسیری نکات بیان کرتے ہیں۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارہ ہٰذا میں حضرات و خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
الحمدللہ ادارہ ہٰذا کے شعبہ سندھی کے تحت رواں ماہ "فرائضِ دینی کا جامع تصور" نامی کتابچہ کی کمپوزنگ پر کام جاری رہا، نیز مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق نامی کتابچہ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر کر طباعت کے لیے بھیج دیا گیا ہے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 50 جبکہ درجہ قاعدہ وناظرہ میں 47 طلبہ اور شعبہ بنات میں 52 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں تذکیر کے حوالے سے تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے اور بزم طلبہ کا انعقاد بھی کیا گیا جس میں طلبہ نے قرأۃ، حمد و نعت میں حصہ لیا۔ 23 فروری 2024 بروز جمعہ حفاظ طلبہ کی دستار فضیلت کا پروگرام صدر انجمن کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا جس میں 300 حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ خصوصی طور پر لانڈھی کے معروف آئمہ و علماء اور مدارس کے مہتمم حضرات کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ ماہِ فروری میں شعبہ حفظ و ناظرہ میں سالانہ امتحان منعقد ہوا۔ الحمدللہ مجموعی طور پر تمام طلبہ و طالبات کی نمایاں کارکردگی رہی۔

حلقات و دورات و دینیہ کے تحت حضرات کے لیے قرآن فہمی ہفتہ وار کورس کی تکمیل ہوئی جس میں 14 حضرات شریک ہیں اور اللغۃ العربیہ کلاس کی تکمیل ہوئی جس میں 08 حضرات شریک ہیں۔ شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار مجلس تذکیر بالقرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ ناظم مرکز محمد ہاشم صاحب کی زیر تدریس قرآن حکیم کی پانچویں منزل کا مطالعہ جاری ہے۔ ماہانہ درس قرآن و حدیث میں "عظمت قرآن اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر مقامی تنظیم کے امیر محمد ہاشم صاحب نے خصوصی خطاب فرمایا۔

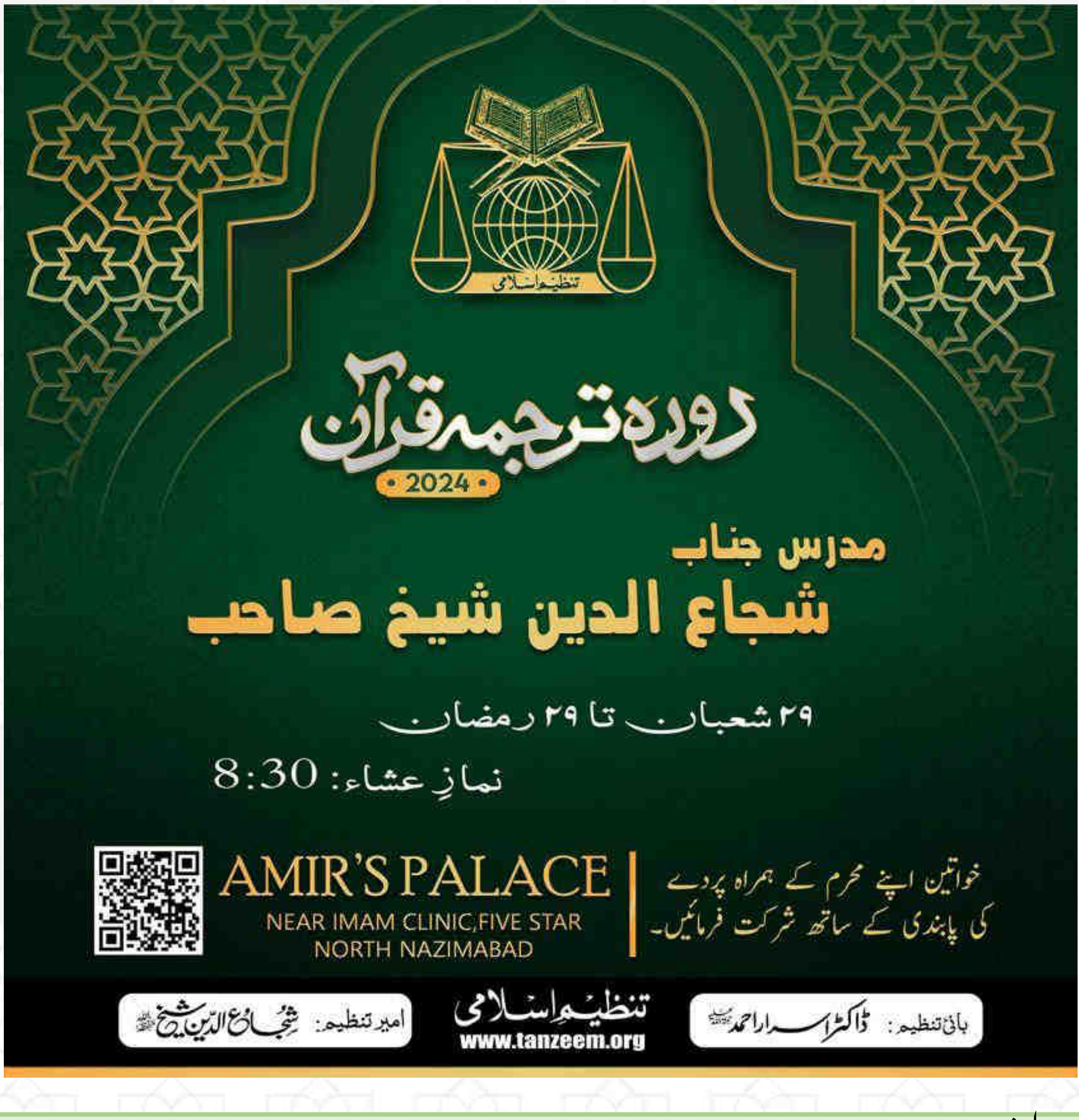

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن

سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمہ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر واشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر واشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021